افضال احمد سید

دو زبانوں میں سزائے موت

افضال احمد سید

دو زبانوں میں سزائے موت

آج کی کتابیں

پہلی اشاعت : جنوری ۱۹۹۰
قیمت : پچاس روپے

اہتمام

آج کی کتابیں
بی ۱۴۰ سیکٹر ۱۱ بی نارتھ کراچی ٹاؤن شپ کراچی ۳۶

کمپوزنگ

پبلشرز یونائیٹڈ
۸۷ دارلامان کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی

طباعت

ابنِ حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی

تقسیمِ کار

مکتبہ دانیال
وکٹوریہ چیمبرز نمبر ۲ عبداللہ ہارون روڈ کراچی

دو زبانوں میں سزائے موت

ترتیب

ثوبیہ

ثوبیہ کے خیمے کے باہر بیدِ مجنوں کی ایک نیم بُریدہ شاخ پر ایک سفید رومال لہرا رہا تھا، جس کی پاکیزگی سے ایک دن میں نے اپنا تیر گزار دیا۔ ثوبیہ خواب میں تھی کہ اس نے اپنے رومال کو خون میں تر دیکھا اور اس چاک پر، جو رومال میں پیدا ہو گیا تھا، روئی، خیمے سے نکلی اور مجھ سے کہا، ہمیں خون آشامی بھی سکھائی جاتی ہے ۔ میں نے کہا، ثوبیہ میں تمھارے لیے بیدِ مجنوں کی جڑواں

شاخ لایا ہوں اور یہ شعر کہے ہیں:

شراب گودام کے پیچھے جنگل میں
میں
وصل کے لیے ثوبیہ کو پکڑنا چاہتا تھا
ثوبیہ ہرن بن گئی
اور میں کمند
ثوبیہ نیل گائے بن گئی
اور میں دلدل
ثوبیہ شیرنی بن گئی
اور میں گھاس سے ڈھکا گڑھا
میں جب ثوبیہ کو
بے بس کر چکا
ثوبیہ
شراب گودام کے پیچھے جنگل کا درخت بن گئی
ثوبیہ کے درخت کی ایک شاخ سے
میں نے تِیر بنایا
اور اس رومال کو چھید دیا
جو ثوبیہ کے خیمے کے باہر لہرا رہا تھا
اس سفید رومال کو
جو ثوبیہ کے مضبوط سِیے ہوئے خیمے کے باہر لہرا رہا تھا

ثوبیہ نے میری جڑواں شاخ کے دو حصّے کر دیے اور کہا،میں تمھارے گیت کو جڑواں کر دیتی ہوں:

تمھارا تِیر
درخت بھی ہے اور پرندہ بھی
جسے میں لوری دیتی ہوں
اور تم جگا دیتے ہو

جسے میں گھونسلے میں آرام
اور تم ترکش میں قید دیتے ہو
جسے میں اپنے ہاتھ پر اتارتی ہوں
اور تم کسی کے دل میں
تمہارا ترکش ڈراونے خوابوں سے بھرا ہے
جب ہی ایک پرندہ
میرے رومال میں گھونسلا بنانے چلا
میرے معصوم سفید رومال میں
جس پر ابھی میں نے
اپنا نام بھی نہیں کاڑھا تھا

میں نے کہا، ثوبیہ ریشم بہت سے زخم بھر دیتا ہے اور تمہارا انگشتانہ کبھی سوئی کو تمہاری انگلیوں سے وصل کی حالت میں نہیں لانے گا، مگر جب تم کسی کنویں میں ڈوبنے لگو گی تو میں تمہارے لیے کانٹوں والی گھاس سے ڈور ضرور بُنوں گا، چاہے میرے ہاتھ پر زخم اپنی گِنتی بھول جائیں۔ ثوبیہ نے کہا، شاید تمہاری لاش پر بھی زخموں کا شمار نہ ہوسکے اور تمہارا تاوان مانگنے والے کبھی تمہارے آخری زخم کی شناخت نہ کر سکیں۔ میں نے کہا، ثوبیہ میرا تاوان مانگنے والوں کو بددعا نہ دو - ثوبیہ نے کہا، غیر خانہ بدوشوں کو ہماری بددعائیں نہیں لگتیں - میں نے کہا، اب ہم بددعاؤں کا رقص کرتے ہیں:

بددعائیں جو کسی کو نہیں لگتیں
اور دل جو کسی سے لگ جاتا ہے
دل جوکسی سے لگ جاتا ہے
بھٹکے ہوئے جہاز کی طرح
اس ساحل پر
جہاں اسے لُوٹ لیا جاتا ہے

میری جان
مجھے بددعا نہ دو

مجھے تمھارے ہونٹوں کو چومنا ہے
میرے جہاز کو نہ لُوٹو
مجھے شراب گودام کے پیچھے جنگل کی سب سے خوبصورت لڑکی کو سمندر کے پار لے جانا ہے

پھر میں نے کہا، اب ہم ہاتھوں کا رقص کرتے ہیں:

ہاتھ جو رقص کرتے ہیں
مضبوط ساخت
اور لچک رکھنے والی ثوبیہ کے
ہاتھوں اور شانے پر
اداس اور خواب آلود ثوبیہ کے
ہاتھوں اور شانے پر
ہاتھ جو رقص کرتے ہیں
اگر کاٹ بھی دیے جائیں
تو بھی میں
ثوبیہ کے ساتھ
اتنا ناچوں گا
کہ ثوبیہ اپنی اداسی بھول جائے
ثوبیہ جسے میں نے کبھی نہیں چوما

پھر ثوبیہ نے کہا، تم ہیرے کی کان کا رقص کرسکتے ہو اور اپنے ہاتھ میرے شانے پر رکھ کر شریک ہوئی:

جب میں مر جاؤں گا
ثوبیہ ہیرے کی سِل سے میرا کتبہ بنائے گی

شراب گودام کے پیچھے جنگل
چوروں سے بھر گیا

ثوبیہ مجھے چھینبیوں کے حوالے نہ کرنا
میں ہیروں کی کان میں
دفن ہونا چاہتا ہوں

شراب گودام کے پیچھے کے جنگل میں
ہیرے کی کان
جسے میں نے دریافت کیا
میری ثوبیہ کا دل

رقص سے تھک کر ہم زمین پر بیٹھ گئے۔ ثوبیہ نے اپنے بال کھول دیے اور دیر تک اپنے سفید رومال کو لہراتا ہوا دیکھتی رہی، پھر اس نے گنگنانا شروع کیا:

تم نے چاند کا پھول سونگھ لیا
وہ گیت سن لیا
جو اُن انگور توڑنے والوں کو سنایا جاتا ہے
جن کی شراب
ریگستان پر چھڑکو
تو بارش نہ تھمے

میرے محبوب
اتنا بڑا گلدان کہاں سے لاؤ گے
جس میں چاند کا پھول سجا دو

کل میں نے تمھیں خواب میں دیکھا تھا، میں نے اس سے کہا۔ خواب میں خانہ بدوشوں کو دیکھنا جلد مر جانے کی نشانی ہے، ثوبیہ نے کہا، اور اپنے بالوں میں کنگھی کرنی شروع کر دی۔ جب اس نے انھیں ایک سرخ ڈور سے باندھنا چاہا تو میں نے کہا:

دل نامی ایک پرندہ

تمھارے بالوں سے لٹ لے اڑتا ھے
اور اس سے اپنا
گھونسلا بناتا ھے

چاند جب گھٹنے لگتا ھے
ثوبیہ اپنے بال کنواریوں کی جھیل میں دھوتی ھے
اور انھیں
چار مضبوط چوٹیوں میں قید کر دیتی ھے
یہ جانے بغیر
کہ دل کے چار خانے ھوتے ھیں

ثوبیہ نے اپنے بالوں میں سرخ اور سیاہ رنگ کے پھول سجائے اور مجھ سے باتیں کیں ۔ اس نے کہا، خوش بختی انھی دو رنگوں میں ھے ۔ وہ اپنی روٹی پھولوں اور اوس سے گوندھتی ھے ۔ اس نے کہا، کوئی بھی گھوڑی محبت کی چراگاہ چھوڑ کر نہیں جائے گی، چاھے اسے آسمان کے ستاروں سے جڑی لگام کیوں نہ پیش کی جائے ۔ اس نے کہا، دل ایک گھنا جنگل ھے، اور خدا جنگلوں میں رھتا ھے نہ کہ عبادت خانوں میں ۔ اس نے کہا، وہ بنی عروس سے ھے جن کی لڑکیاں سردیوں میں اور جاذبِ نظر ھو جاتی ھیں ۔ اس نے کہا، بنی عروس کے مرد سردیوں میں خیمہ بند ھوجاتے ھیں اور کہر اور پالے میں اپنی عورتوں کو گداگری کے لیے بھیجتے ھیں ۔ اس نے کہا، بنی عروس کی لڑکیاں صدقہ نہیں اپنے حسن کا خراج مانگتی ھیں ۔ اس نے کہا، جب تک کوئی پرندہ اڑتا ھوا نظر نہ آئے، آسمان کا حسن نامکمل رھتا ھے ۔ اس نے کہا، وہ خانہ بدوش لڑکیاں خوش قسمت ھوتی ھیں جن کی ماؤں نے انھیں خیمے اور کاروان سے دور جَنا ۔ اس نے کہا، تمھارے شاعروں کی محبوبائیں حسن و خوبی میں میرے نصف کو بھی نہیں پہنچتیں، پھر بھی کوئی شاعر مجھ پر ایسی نظمیں نہیں لکھتا جو میرے دل کو دو حصّوں میں کاٹ دیں ۔ اس نے کہا، کسی نے میرے لیے ایک معمولی اینٹ کو بھی دو حصوں میں نہیں توڑا ۔ اس نے کہا، جب پل کے اوپر سے ایک جنازہ جا رہا ھو گا، کوئی پل کے نیچے پہلی بار مجھے پیار کرے گا؛ شاید یہ تم ھوگے؛ تمھارا بوسہ بہت دنوں تک مجھے پریشان رکھے گا، اس گھوڑی کی طرح جس پر آسیب آ جاتا ھے

اور چراگاہ تنگ ہو جاتی ہے ۔ اس نے کہا، ایک رات میں گیت گا رہی تھی کہ خیمے کو آگ لگ گئی ۔ اس نے کہا، میں نے اپنا گیت نہیں توڑا؛ گیت اور آگ خانہ بدوشوں کی طرح آزاد ہوتے ہیں، انہیں درمیان میں ختم نہیں کرنا چاہیے ۔ اس نے کہا، میں ایک غم میں تپ رہی ہوں، کہیں سے دو پرندے لاؤ، ایک میرے نام پر قربان کر دو اور دوسرے کو خون میں رنگ کر اڑا دو ۔

رقص کے بعد ثوبیہ نے کہا، خانہ بدوش آدم کی اس عورت سے اولادیں ہیں جو حوا سے پہلے اس کے تجربے میں آئی ۔ اس نے کہا، وہ لوگ بہت خوش قسمت ہوتے ہیں جن کی کوئی تاریخ نہیں؛ بہت دنوں تک خانہ بدوشوں کو پناہ دینے کی سزا موت تھی، سو انہیں تاریخ میں پناہ نہیں ملی؛ تاریخ کے دریا سے خانہ بدوشوں کی کشتی کبھی نہیں گزری ۔ ہمارا خیمہ ایک رات سے زیادہ ایک جگہ قائم نہیں رہنے دیا گیا ۔ ثوبیہ نے کہا، ہمیں تاریخ کی ریت سے سونا چھاننے پر مامور کیا گیا اور ہماری زندگی بھر کی مزدوری چھین لی گئی؛ پھر بھی ہم خانہ بدوشوں نے کنگھیاں، گھوڑے کی نعل اور آدمی کی تقدیر ایجاد کی ۔

اگلے دن جب میں ثوبیہ سے ملا تو اس نے کہا، آج یوم افعی ہے؛ مجھے کوئی سانپ ڈھونڈ دو تاکہ اسے مار کر سال بھر تک خوش نصیب رہ سکوں ۔ میں نے کہا، آؤ اس سانپ کو ڈھونڈتے ہیں جس نے شراب گودام کے پیچھے جنگل میں ایک خانہ بدوش لڑکی کے عاشق کو عین ساعت انزال میں ڈس لیا تھا ۔ پھر میں نے ثوبیہ سے پوچھا، اگر ہم کوئی سانپ نہ ڈھونڈ سکے یا اس کو مارنے میں ناکام ہو گئے ۔ ثوبیہ نے کہا، ہر ناکامی کا ایک تدارک ہوتا ہے؛ پھر مجھ پر لازم ہوجائے گا کہ میں اپنے بدن پر ایک افعی گدواؤں ۔ میں نے کہا، ثوبیہ تم سانپ کہاں گدواؤ گی ۔ ثوبیہ نے کہا، جہاں تمھارا دل چاہے ۔ میں نے کہا، پھر میں تمھارے بدن پر ایک اژدہا گودوں گا جو تمھاری ایڑی، پنڈلی، ران، پیڑو، کمر اور چھاتیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا؛ اب یہ بتاؤ کہ میں تمھاری بائیں ایڑی کو گودنا شروع کروں یا دائیں۔ ثوبیہ نے کہا، دائیں، کیونکہ میری بائیں ران پر اوپر کی طرف ایک تِل ہے، جس کو میں کبھی کھونا نہیں چاہتی ۔ میں نے ثوبیہ کے تِل کو چوم لیا اور اس کے ہونٹوں کو بھی ۔ وہ اژدھا جسے میں گود نہ سکا، ہم دونوں کے بدن کے درمیان کروٹیں لیتا رہا۔

دوسرے دن ثوبیہ نے مجھے ایک ڈوری دی ۔ کہا، اب میں تم سے بندھ گئی ۔ میں نے کہا، ثوبیہ اگر تم چاہو تو آسمان سے قوسِ قزح کی ڈور بھی گھاس کی دو معمولی پتّیوں میں الجھا سکتی ہو ۔ ثوبیہ نے کہا، میں کوئی ایسا جرم نہیں کرنا چاہتی جس کی سزا موت سے کم ہو ۔ پھر ثوبیہ نے میرے جوتے کا تسمہ نکال دیا اور اسے اپنی گردن میں سختی سے باندھ کر کہنے لگی، محبت تو فنا اور رسوائی کا عمل ہے ۔اور پھر ہم نے فنا اور رسوائی کا رقص شروع کیا ۔

رقص کے بعد ثوبیہ نے کہا، تمھاری بندرگاہیں بنجر، اوکھر اور اوسر ہیں؛ تمھارے ساحل مشکل پسند اور شکست و ریخت سے اٹے ہیں؛ تمھاری گھوڑیاں مغرور اور گھوڑے ناآسپ، تمھاری فصلیں وحشی اور تمھاری کشائی بےوفا ہے! تم برباد شدہ جہاز کا اسباب تلاش کرنے والے ، میرے پاس کیوں آئے ۔ میں نے کہا، جن آنکھوں کو دیکھنا آ گیا، انھیں دل نہیں توڑنا چاہیے ۔ ثوبیہ نے کہا، تم ایک پھانسی پائی ہوئی لاش کے نیچے کھڑے ہو کر بھی گیت گاؤ گے ، صرف اس لیے کہ کوئی تمھارے قتل کا انتقام لینے والا نہیں ۔ میں نے کہا، ثوبیہ میں گیت اس لیے گاتا ہوں کہ اپنے آپ کو برداشت کر سکوں ۔ اور محبت کاہے کو کرتے ہو، ثوبیہ نے پوچھا. تاکہ کسی اور کو بھی برداشت کر سکوں، میں نے کہا . ثوبیہ نے کہا، مگر میں تو پورے چاند میں اپنا خیمہ نہیں چھوڑ سکتی ۔ میں نے کہا، پھر گہن کا انتظار کرنا چاہیے ۔ ثوبیہ نے کہا، انتظار تو چراغوں کو بجھا دیتا ہے؛ ہم خانہ بدوش تو جَھرنے سے پانی اور گائے سے دودھ پیتے ہیں اور رات کو کوئی گناہ نہیں کرتے ۔ میں نے کہا، ثوبیہ تم گناہ میں بھی رات اور دن کی تفریق رکھتی ہو؛ کیا تمھارا نام دن کو کچھ اَور اور رات کو کچھ اَور ہو جاتا ہے ۔ ثوبیہ نے کہا، میرا نام تو خیمہ بہ خیمہ بدل جاتا ہے ، اور سَبت کے دن میں کسی بھی نام کا بوجھ نہیں اٹھاتی، اور نہ کوئی گیت گاتی ہوں ۔ ثوبیہ نے کہا، نام بھی ایک ایسی ندی ہے جو برف باری میں جم جاتی ہے ، مگر کسی کسی کو اپنی جان بچانے کے لیے وہاں بھی پناہ لینی پڑتی ہے ۔ میں نے کہا، اگر میں اپنی جان نہ بچا سکا تو کیا وہ میرے مارے جانے کی داستان اپنے خیمے کے الاؤ پر گا سکے گی ۔ ثوبیہ نے کہا، جوان خیمہ بدوش لڑکیوں کو کبھی کبھی سچّے گیت گانے پر تازیانے بھی لگائے جاتے ہیں ۔ میں نے کہا، کیا تازیانہ اسے ننگا کر کے لگایا جائے گا ۔ ثوبیہ نے کہا، یہ اس پر منحصر ہے کہ گیت کتنا فحش تھا؛ مگر اب اس بات کو

رُہنے دو، آج ایک خانہ بدوش ایک الزام کے غلط ثابت ہونے پر رہا ہوا ہے، اب اس کی رہائی کا رقص کرتے ہیں۔

رقص کے بعد بھی میرا ہاتھ ثوبیہ کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے کہا، میں تمھاری تقدیر بتاتی ہوں: تم روحوں کو محبت کے تہہ خانوں میں لے جاؤ گے، تمھارے قدموں پر سوَسن اور گلاب ہیں اور تمھارے پیر میں اس سانپ کی بیڑی ہے جس نے خود کو نگل لیا ہے، اگر تم کسی دل تک موت سے پہلے پہنچ گئے تو موت اور تم دونوں باطل ہو جاؤ گے، اور اگر رتھ گذرنے کے بعد پہنچے تو مر جانے والوں کی ملکہ اپنی پوشاک تمھارے خواب کے ایک مسوّدے سے بنائے گی؛ کوئی تمھیں ایک سیاہ اور ایک سفید ستون سے باندھ دے گا اور تمھارا ھاتھ اس درخت تک نہیں پہنچ سکے گا جسے چھوڑ کر تم اس کے پھلوں کو جواھر میں تبدیل کر دیتے، تمھارے آسمان پر ایک ستارہ ھمیشہ ڈولتا رہے گا، یہاں تک کہ تم اسے رَتھ سے کچل جانے سے بچا لو گے، تمھارا ترکش ان تیروں سے بھرا ہو گا جن کے سِرے زھرآلود ھوتے ھیں اور تم ایک عکس پر نشانہ آزماتے رہو گے، جو اس آئینے میں تم کو نظر آتا ہے جسے ایک برھنہ لڑکی اپنے ہاتھوں میں لیے کھڑی رہے گی؛ ایک دن تم اس کے بالوں سے سرخ گلاب اور اس کی گردن سے طلائی زنجیر کو رہا کر دو گے اور اس کے ہاتھ میں دوھری تلوار دے دو گے، یا ایک میزان جس پر وہ روحوں کا وزن کر سکے، مگر تم وہ سیاہ مہتاب ہو جو اپنے رد کرنے والوں پر جنون طاری کر دیتا ہے، اس سے پہلے کہ تمھیں ایڑیوں سے لٹکا کر پھانسی دی جائے، کوئی تم سے ایک محبت کر چکا ہو گا۔

میں نے ثوبیہ سے کہا، اب میں تمھاری تقدیر بتاتا ہوں: تم وہ برھنہ خواب ہو جس کے ہاتھوں میں طلائی تاج ہے، مگر تم ایک زنگ آلود زنجیر سے اپنے دل کے ساتھ بندھی ہو، حالانکہ اگر تم چاھو تو اپنے رَتھ میں ایک سیاہ اور ایک سرخ شیر جوت سکتی ہو؛ جب گلاب سے خاموشی رخصت ھوجائے گی تو تم اسے اپنے بالوں میں سجا سکو گی؛ تم لوگوں کی تقدیر کے دھاگے الجھا دو گی، مگر تمھاری شال پر بھی کوئی پھول نہیں کڑھ سکے گا؛ ایک دن تمھاری تصویر سے تقدیر بتانے والے تاش کا ایک نیا پتّا بنے گا، مگر تمھارے پاس دل یا تلوار یا ھیرے یا کدال کا کوئی بڑا پتّا نہیں آئے گا اور کپڑے اتارے بغیر تم تُرپ نہیں چل سکو گی، مگر

پھر بھی تم بیدِ مجنوں کے اس درخت کو ہاتھی دانت اور زمرّد سے جڑ سکو گی جس پر مجھے پھانسی ہو گی؛ تم آئینوں کے ایک دریا پر اپنے عکس سے پُل بناؤ گی اور اس سے گزرنا بھول جاؤ گی؛ پھر بھی جہاں تک تم رقص کر سکو گی، زمین اور پانی اور آگ اور ہوا تمھارے ھیں۔

جب میں ثوبیہ سے دوبارہ ملا، وہ گنگنا رہی تھی:

"میری دو آنکھیں ہیں
میرے دو پیر ہیں
اے دکھ
میری آنکھوں سے
میرے پیروں میں
میرے پیروں سے
مٹی میں
مٹی سے
موت کے پاس چلا جا"

میں نے اس سے کہا، ثوبیہ تم دکھ کو بھی سفر پر روانہ کر دیتی ہو۔ ثوبیہ نے کہا، اگر میں سیاہ گھوڑے کو اپنی انگلیوں سے چھو دوں تو وہ سفید ہو جائے۔ میں نے کہا، کیا تم اپنی انگلیوں کو اُڑنا نہیں سکھا سکتیں کہ مجھے تو وہ ان ابابیلوں کی طرح لگتی ھیں جو قید میں جان دے دیں۔ ثوبیہ نے کہا، اگر تم میرے جسم کے ہر حصے کو ایک پرندے کا نام دے کر اُڑا دو تو شاید تمھارا آسمان بھر جائے، مگر میں ایک خانہ بدوش ھوں اور ابھی ھماری زبان میں ستارے کے لیے کوئی لفظ وضع نہیں ھوا۔ میں نے کہا، ثوبیہ تمھاری آنکھوں کا کیا نام ھے۔ ثوبیہ نے کہا، میری آنکھوں کا نام جان کر کیا کرو گے؛ تم ستاروں کو اپنی قربانی کے پتھر پر نہیں لٹا سکتے۔ میں نے کہا، مگر میں قربانی کے پتھر اور تمھاری آنکھوں کے اعزاز میں تمھارے ساتھ ناچ تو سکتا ھوں۔

پھر جب ہم ملے تو ثوبیہ نے کہا، غلاموں میں سب سے کم قیمت خانہ بدوش لڑکیاں ہوتی ہیں، اور خریدی جانے والی چیزوں میں سب سے مہنگی آزادی ہے؛ تم میری قبر پر کانٹے لگا دینا کہ میری روح کبھی باہر نکلنے کا خواب نہ دیکھ سکے، اور محبت پر اتنا انحصار نہ کرنا کہ محبت تو کسی کو بھی ایک سرخ و تازہ سیب پیش کر کے شروع کی جا سکتی ہے، دل ایک آگ کا مفلس کیا ہوا ہے؛ تمھاری محبت کی گیلی چادر اگر میرے ساتھ جل گئی تو یہ نہ خیال کرنا کہ اس میں آسمان کے ستارے نہ ٹک سکتے تھے، یا زمین کے پھولوں کی کیاریاں نہ سما جاتیں، دل تو ایک یخ زدہ معصوم پرندہ ہے جسے تم اپنی محبت کی سرخ اور سفید اُون سے ڈھک رہے ہو؛ اگر آسمان سے کوئی ستارہ سردی سے ٹھٹھر کر مر گیا تو یہ سرخ اور سفید رنگ کس کام آئے؟ زندگی خانہ بدوش کا خیمہ نہیں ہے کہ آسانی سے کھڑا ہو اور آسانی سے اُکھڑ جائے، مگر آج میں ایک عمارت ساز کی تقدیر پڑھنے گئی تھی اور وہاں سے ایک مکان کا نقشہ چرا لائی ہوں؛ یہ مکان ان پتھر کی سِلوں سے بنے گا جو اپنے وزن میں آنسوؤں سے بھی ہلکی ہیں؛ ان سِلوں کو شہد اور خون سے جوڑا جائے گا؛ اس کی دیواروں پر وہ آئینے پیوست ہوں گے جن کی ہم آغوشی کبھی ختم نہ ہو گی؛ اس کے صحن میں سیاہ گلاب کِھلیں گے، جن کی خاموشی ایک دل توڑنے کی کوشش کرتی رہے گی؛ میں اپنے لیے تین منزلیں رکھوں گی، پہلی پر ملبوس رہوں گی، دوسری پر نیم برہنہ، اور تیسری پر اپنا جسم لباس سے آلودہ نہیں کروں گی؛ اور ہر منزل پر تین کمرے ہوں گے، ایک میں تم سے اِستادہ، دوسرے میں نشستہ اور تیسرے میں اُفتادہ ملوں گی- پھر اس نے نقشہ میرے ہاتھ میں دے دیا اور کہا، میرا دل ان سیڑھیوں کا رقص کرنے کو چاہ رہا ہے جن کا ذکر میں فراموش کر گئی-

ثوبیہ رقص کرتے کرتے بیدِ مجنوں کے جُھنڈ میں غائب ہو گئی- جب میں اس تک پہنچا وہ ایک ویران کنویں میں جھانک رہی تھی- پھر اس نے مجھ سے پوچھا، کیا یہ پانی یہاں قید ہے یا یہ اس کا گھر ہے- میں نے کہا، پانی خانہ بدوش ہوتا ہے- ثوبیہ نے کہا، مگر ڈول کی رسّی توخانہ بدوش نہیں؛ یہ وہی رسّی ہے جس سے ایک خانہ بدوش کو پھانسی دی گئی تھی- پھر اس نے ڈول کھینچا اور رسّی میرے ہاتھ میں دے کر کہنے لگی، آج میں پانی اور موت کا رقص کروں گی، تم مجھے ڈول سے کنویں میں اتار دو- میں ڈول اور ثوبیہ کو کنویں میں اتارتا گیا،

یہاں تک کہ وہ پانی کی سطح پر پہنچ گئی اور اب میں یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ اس کی آنکھوں کا رنگ ہلکا سبز ہے یا گہرا۔ پھر میں نے ڈول کو اور نیچا کر دیا، یہاں تک کہ پانی ثوبیہ کی گردن کو چھونے لگا۔ پھر اس نے اپنا رقص شروع کیا جسے میں نے اس کے بالوں اور بازوؤں کی گردش سے دیکھا اور اس کے پیروں کی حرکت سے اپنے ہاتھ کی رسّی میں محسوس کیا۔ پھر ثوبیہ نے اپنے ہاتھ پانی میں چھپا لیے اور اپنی گردن ڈھلکا کر بالوں کی لٹیں بھگونے لگی۔ جب وہ بہت دیر کے لیے ساکت ہو گئی تو میں نے ڈول اوپر کھینچنا شروع کیا۔ بے صبر، وہ چلائی، اور میں یہ جان سکا کہ اس نے اپنا بالائی بدن برہنہ کر دیا ہے۔ ثوبیہ کے شانے اور چھاتیاں اتنے چمکدار اور گلابی تھے کہ میں نے سمجھا کہ انھیں سیِپ کی اندر کی سطح سے بنایا گیا ہے، اور یہ بھی کہ میری زبان میں کوئی ایسا لفظ وضع نہیں ہوا جو اس کی چھاتیوں کی ساخت اور حسن کو ادا کر سکے۔ جب تک وہ میرے روبرو آ سکیں، میں انھیں چومنے سے پہلے یہ سوچ سکا کہ اگر میں کبھی صاحبِ اقتدار ہو گیا تو اپنے سکّوں پر یہی دو پھول کندہ کرواؤں گا۔ ثوبیہ جب کنویں سے باہر آئی تو اس نے کہا، میں سمجھتی تھی کہ بے اختیاری میں تم ڈول کی رسی کو ہاتھوں سے چھوڑ دو گے۔ میں نے کہا، ثوبیہ میں تیرے بدن کو بھی عزیز رکھتا ہوں اور اس رسی کو بھی جس پر پھانسی دی جائے۔

ایک دن ثوبیہ نے کہا، میں نے تم سے بہت سی باتیں کیں، اب پہیلیاں بوجھتے ہیں۔ ثوبیہ نے پوچھا، کون اس طرح زندہ ہے کہ سر مٹی میں اور پاؤں باہر ہیں۔ میں نے کہا، میں نہیں بوجھ سکا۔ ثوبیہ نے کہا، چار شاہزادیاں ایک دوسرے کے پیچھے دوڑتی ہیں اور کبھی ایک دوسرے کو پکڑ نہیں سکتیں۔ میں نے کہا، میں نہیں بوجھ سکا۔ ثوبیہ نے کہا، کون پانی کے اوپر اور پانی کے نیچے، اور جنگل کے اوپر اور جنگل کے نیچے جا رہا ہے۔ میں نے کہا، میں نہیں بوجھ سکا۔ ثوبیہ نے کہا، اگر تم پیاز، پن چکّی اور اس نوجوان لڑکی کو نہیں بوجھ سکے جو لکڑی کے پُل پر لکڑی کے ڈول میں پانی اپنے سر پر لیے جا رہی ہے تو اس کھیل میں کیا رہ گیا؛ مگر آج میں جیتی اور ہاری ہوئی پہیلیوں کا رقص کرنا چاہتی ہوں۔ میں ثوبیہ کے ساتھ ناچنے لگا اور اس وقت تک ناچتا رہا جب تک مجھے پہیلیوں کے نہ بوجھنے کا غم فراموش ہو سکا۔

دوسری صبح جب میں ثوبیہ سے ملنے گیا تو اس کا خیمہ اپنی جگہ سے غائب تھا۔ میں اس کی تلاش میں نہیں گیا کیونکہ زمین سمجھ میں نہ آنے والی پہیلیوں اور آسمان مردہ ابابیلوں سے ڈھکا تھا۔

اگر تم تک میری آواز نہیں پہنچ رہی ہے

اگر تم تک میری آواز نہیں پہنچ رہی ہے
اس میں ایک بازگشت شامل کر لو
پرانی داستانوں کی بازگشت

اور اس میں
ایک شاہزادی

اور شاہزادی میں اپنی خوبصورتی

اور اپنی خوبصورتی میں
ایک چاہنے والے کا دل

اور چاہنے والے کے دل میں
ایک خنجر

زندہ رہنے کی آخری تاریخ

ھماری سانسوں کی کوئی
شناختی دُھن نہیں
اور ھمارے خون کو
آبی صابن سے بہ آسانی دھویا جا سکتا ھے
پیشگی اجازت کے بغیر
ھم اپنی برساتی

یا اپنے جوتوں کا رنگ تبدیل کر سکتے ہیں
خواب میں
ایک لڑکی کو آرائشی شمعدان
یا دو مستول کا جہاز دینے پر
ہمیں تنبیہ نہیں کی جاتی
چکردار زینے کی خالی سیڑھی پر
ہمیں ایک بوسے کا انتظار کرنے کی سہولت
حاصل ہے
ہمارے زندہ رہنے کی آخری تاریخ نکل چکی ہے

ایک نئی زبان کا سیکھنا

سمندر کے قریب
ایک عمارت میں
جہاں میرے
اور پڑوس کے کتّے کے سوا
کوئی تنہا نہیں پہنچتا

میں ایک نئی زبان سیکھ رہا ہوں
اپنے آپ سے باتیں کرنے کے لیے

تم خوبصورت دائروں میں رہتی ہو

تم خوبصورت دائروں میں رہتی ہو
تمہارے بالوں کو
ایک مدوّر پن
فرض شناسی سے تھامے ہوئے ہے

ایک بیش قیمت زنجیر
تمھاری گردن کی اطاعت کر رہی ہے

کبھی غلط نہ چلنے والی گھڑی
تمھاری کلائی سے پیوست ہے

ایک نازک بیلٹ
تمھاری کمر سے ہم آغوش ہے

تمھارے پیر
ان جوتوں کے تسموں سے گھرے ہیں
جن سے تم ہماری زمین پر چلتی ہو

میں اُن چھپے ہوئے دائروں کا ذکر نہیں کروں گا
جو تمھیں تھامے ہوئے ہو سکتے ہیں
انھیں اتنا ہی خوبصورت رہنے دو
جتنے کہ وہ ہیں

میں نے تم پر کبھی
خیالوں میں کپڑے اتارنے کا کھیل نہیں کھیلا

تم خوبصورت دائروں میں رہتی ہو
اور میں مشکل لکیروں میں
میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں
سوائے
اپنے منھ میں اس گیند کو لے کر تمھارے پاس آنے کے
جسے تم نے ٹھوکر لگائی

نظم

تم آ جاتی ہو
ہر روز نئے لباس میں
اپنی خوبصورت آنکھوں کو
ایک نئی زبان سِکھانے کے لیے

تمھاری جُھکی ہوئی گردن
اور شانے کے درمیان
مجھے اپنے دل کے لیے
ایک نیا شکنجہ مل جاتا ہے

کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے
تمھاری آنکھیں
میرے چہرے پر ٹھہر جاتی ہیں

نیا جملہ بولتے ہوئے
میری زبان
تمھارے دانتوں کے نیچے آ جاتی ہے

شاید
ہم اس کھڑکی سے
سمندر کی طرف
ملبہ فروشوں کے ہجوم کو
(جو ایک جہاز کو توڑ رہا ہے)
نظر انداز کرتے ہوئے
دور تک ساتھ چل سکتے ہیں

شاید ہم اس پُل سے گزر سکتے ہیں
جسے مخدوش قرار دے دیا گیا ہے
اور ان بنچوں پر بیٹھ سکتے ہیں
جن کا رنگ ابھی نہیں سُوکھا

مجھے اس باغ میں جانے دو

مجھے اس باغ میں جانے دو
جہاں سیب توڑے جا رہے ہیں

مسخروں کے خیمے
اور اسلحہ خانے کی چھت سے گزر کر

مجھے اس باغ میں جانے دو
جہاں سیب توڑے جا رہے ہیں

تمہاری اتالیق
رات کی دعا میں مصروف ہے
اور مُستخدمہ
دودھ ابال رہی ہے

مجھے اس باغ میں جانے دو
جہاں سیب توڑے جا رہے ہیں

سستے سِلے ہوئے لباس
اور ٹوٹی ہوئی نیند میں
مجھے اس باغ میں جانے دو
جہاں سیب توڑے جا رہے ہیں

نظم

جہاں تم یہ نظم ختم کرو گی
وہاں ایک درخت اُگ آئے گا

شکار کی ایک مہم میں
تم اس کے پیچھے ایک درندے کو ہلاک کرو گی

کشتی رانی کے دن
اس سے اپنی کشتی باندھ سکو گی

ایک انعام یافتہ تصویر میں
تم اس کے سامنے کھڑی نظر آؤ گی
پھر تم اسے
بہت سے درختوں میں گم کر دو گی
اور اس کا نام بھول جاؤ گی
اور یہ نظم

تم ایک بوسہ ہو

تم خون اور لکڑی کے برادے سے بھرے
پروسینیم پر لیا ہوا
ایک بوسہ ہو

تمھاری خوبصورتی پر
ھیلن کو تقسیم
اور اسپارٹا کو تباہ کیا جا سکتا ھے

ایک معتوب زندگی
جو ایک دن
چگّے پر توڑ دی جائے گی
تمھیں جاننے کے بعد
نامناسب نہیں لگتی

زرمینہ

زرمینہ جسے میں نے اِصطرلاب اور قطب نما کی مدد سے ڈھونڈا، مجھ سے تین زبانوں میں گویا ہوئی، اور پانی کی زبان میں بھی جسے ابھی رائج ہونا ہے۔ سحرِمشارک کے تحت امتناعِ خوردونوش کے آغاز پر کارگاہوں اور درس گاہوں کا نظامُ الاوقات تبدیل ہوچکا تھا، اور زرمینہ، جسے خشکی پر ہونے والے اختلافات سے زیادہ دلچسپی نہیں رہی ہو گی، پرانی تقویم ملحوظ رکھتے ہوئے درس گاہ

اُس وقت پہنچی جب کتابیں اور دیواریں بند کی جا چکی تھیں ۔ میں نے اس دن درس گاہ نہیں چھوڑی تھی، اور قریب تھا کہ مجھے مقفّل کر دیا جاتا کہ وہ نظر آئی اور اس نے مجھے میرا مجموعہ لوٹایا ۔ خود فراموشی میں مجموعہ اسے پیش کرتے ہوئے میں کسی بھی زبان میں یہ کہنے سے رہ گیا تھا کہ یہ اس کی نذر ہے۔ پھر بھی خدا ئے آب کی قسم پر اس نے اعتبار کیا اور مجموعے کو اپنی تحویل میں رکھا؛ اس نے بہت سی نظموں کی تہیں کھولیں اور جانا کہ تاریخ میں شاعروں سے محبت نہیں کی گئی، اور یہ اس کے لیے اور بھی دشوار طلب ہے جس کا ستارہ اور دل پانی سے بنا ہو ۔ مگر اس کی آنکھیں، جو کسی تعارف کی محتاج نہیں، اس سوال سے نہ رک سکیں کہ اگر وہ صبحِ نخستیں کو کشتی رانی میں تفوّق حاصل کر سکے تو کیا میں اپنا زیرِ ترتیب مجموعہ اس کے نام کر سکوں گا؟ خاص طور پر اس صورت میں جب اس نے مجھے میرے شہر کا وہ مقام بتا دیا تھا جہاں سے سمندر سب سے زیادہ خوبصورت نظر آتا ہے اور میں پہرے داروں کو رشوت دے کر ایک پورا دن وہاں گزار آیا تھا۔ زرمینہ اس دن وہاں نہیں تھی ۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ میں سمندر سے محبت میں شِرک کروں۔ وہ ایک اور دن وہاں بھی نہیں تھی، جب میں کشتیوں کے تہہ خانے اور کشتی رانوں کی طعام گاہ میں اسے تلاش کرنے گیا تھا؛ پھر بھی جب وہ بےقصور کتب خانے سے نکال دی گئی تھی، میں اس کی دل جوئی کے لیے وہاں تھا؛ اور تصویروں کی نمائش کی چاردیواری میں اس کے ساتھ قید اور آزاد ہوا۔ آخری بار جب میں اس سے جدا ہو کر اپنی مسافت طے کر رہا تھا، وہ اپنی سواری لے کر میرے سامنے آئی اور اس نے کہا، یہ نا مناسب ہے کہ میں تمھیں تمھاری رہائش گاہ تک نہ چھوڑ آؤں ۔ مگر اسے باغِ حیوانات اور اس سے متّصل قلبِ شہر کا کوئی علم نہ تھا، اور اس طرح جہاں اس کا دل چاہتا وہ مجھے اتار سکتی تھی ۔ جب تک ہم اس پُل کو پار کر سکتے جو میرے شہر میں اِنبساط کو حُزن سے الگ کرتا ہے، اس نے مجھ سے چند سوالات پوچھے، جو جلد یا بدیر ہر تعلق قائم کرنے یا توڑنے والا ضرور پوچھتا ہے ۔ میں نے اسے حُزن کے خطّے میں دور تک لے جانا پسند نہیں کیا، اور یہ پوچھے بغیر کہ میں اس سے کب اور کہاں دوبارہ مل سکتا ہوں، پُل کے قدموں میں اتر گیا۔ میں اُس سے پھر کبھی نہیں ملا۔ میں نے اسے نظارة البحر کی سیڑھیوں پر، بادبانوں کی دکانوں کے پاس اور بحری مسافرخانوں میں بہت تلاش کیا۔ وہ نیلی روشنائی جو ایک دن سبق کے دوران اس کی کلائی پر پھیل گئی تھی،

مجھے یاد دلاتی رہے گی کہ میں اُسے سمیٹ کر ایک نظم بنا سکتا تھا۔

زرمینہ اگر سمندر سے بہت قریب ہے تو اسے میرا متشکر ہونا چاہیے کہ میں مقناطیس کی مدد سے اسے پانی سے دور بھی کر سکتا تھا۔

جس کا کوئی انتظار نہ کر رہا ہو

جس کا کوئی انتظار نہ کر رہا ہو
اسے نہیں جانا چاہیے
واپس
آخری دروازہ بند ہونے سے پہلے

جس کا کوئی انتظار نہ کر رہا ہو
اسے نہیں پھرنا چاہیے
بے قرار
ایک خوبصورت راہداری میں
جب تک وہ ویران نہ ہوجائے

جس کا کوئی انتظار نہ کر رہا ہو
اسے نہیں جدا کرنا چاہیے
خون آلود پاؤں سے
ایک پورا سفر

جس کا کوئی انتظار نہ کر رہا ہو
اسے نہیں معلوم کرنی چاہیے
پھولوں کے ایک دستے کی قیمت
یا دن، تاریخ اور وقت

شاعری کی اَصناف

یہ جانے بغیر کہ خانہ بدوشی ایک فلسفہ، زندگی کا نام ہے اور شاعری کی مشکل اَصناف میں داخل ہے، وہ دریدہ قناتوں والی ایک منڈلی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور ڈوریوں پر چلنے والیوں کا خواب دیکھنے لگا؛ مگر ابھی اس کی ڈوریاں بٹ نہ پائی تھیں کہ اس کے روبرو ایک غیر خانہ بدوش لڑکی آئی جس نے اسے خانہ بدوشی سے کئی نُوری سال کے فاصلے پر پہنچا دیا۔ اس تجربے سے اسے

روشنی اور خون کی پرچھائیں لگ گئی اور وہ پرندوں کی ایک فروش گاہ میں ایک خوبصورت پروں والی نوشگفتہ اور نوپرواز طائرہ کے خواب کی قیمت پوچھنے لگا، یہاں تک کہ اس کی آواز کی چرخی ہاتھ سے چھوٹ کر پرواز کر گئی - پرندوں کی فروش گاہ کے نگراں نے اسے ایک عمارت کی دیوار سے چپکا دیا؛ اور یہیں سے ایک دن وہ باربرداری کے اخراجات اور ڈیڑھ وقت کے راتب کے عوض ایک کوٹھڑی میں پہنچا دیا گیا، جہاں کسی نے اس سے کلام کیا۔ خون کی سب سے زندہ بوند جو اس کے بدن میں ہے اور کبھی کبھی اس کی آنکھوں میں اپنے کپڑے اتارنے لگتی ہے، اس لڑکی کی آواز ہے، جو اس نے سنی،اور اسے پتا چلا کہ کاغذ کے پھول، گلدان کا شیشہ، دیوار کی اینٹ، دروازے کی لکڑی اور یہاں تک کہ وہ خود بھی بول سکتا ہے، جس زبان اور جس لہجے میں وہ چاہے - اس نے اس لڑکی کو نہیں دیکھا، مگر روشنی کے مینار کی طرح جسے شاید لہریں بھی نہیں چھوتیں، اس نے جانا کہ سمندر کیسا ہے اور تلاطم کہاں کہاں - خون کی یہ زندہ بوند جو کبھی اس کی انگلیوں کی تابع تھی، اچانک اس کے بدن میں کھو گئی - یہیں سے وہ ایک تلخ آدمی بنتا گیا اور اب اسے ایک دشمن چاہیے تھا۔ مدتوں بعد اسے پتا چلا کہ دوست اور دشمن دونوں ایک گم شدہ خوش قسمتی کے نام ہیں۔ مگر اب اس نے صبر نہیں کیا اور اپنے باپ کی فردِ جرم میں نظمیں لکھ ڈالیں - اس خود ساختہ دشمنی نے، جو ایک دن پختہ ہو گئی، اسے اپنے باپ کی آنکھوں میں اس لڑکی کا چہرہ ڈھونڈنے کی توفیق دی جسے وہ اپنی ماں کہہ سکے، یا نہ کہہ سکے۔ انھی دنوں اس حوالات میں، جو اس کا گھر تھا، اس کی ضمانت ہو گئی - رہا کرانے والوں نے باون پریوں سے اس کی دوستی کرا دی - نفس کُشی کی تربیت اور خودکشی کے رجحان نے مل کر اس میں ایک جُواری کی سی کاٹ پیدا کر دی - جُوا وہ خوب کھیلا مگر اپنے آپ کو ہار نہ سکا۔ تب اس نے ایک عجیب بازی کھیلی اور ایک معلمہ سے زندگی میں شراکت کر لی - خون کی وہ بوند جو اس کی آنکھوں میں اپنے کپڑے اتارتی تھی، معلمہ کی سفید چاک میں جذب ہو گئی - بہت عرصے بعد ایک دن جب معلمہ نے چاک سے سیاہ تختے پر ایک نوشگفتہ اور نَوپرواز طائرہ کی تصویر کھینچی تو وہ تصویر پرواز کر گئی - جب یہ واقعہ اس تک پہنچا تو وہ ان خانہ بدوش لڑکیوں کا خواب دیکھنے لگا جو بِنا ڈوریوں کے ہوا پر چل سکتی ہیں، یہ جانے بغیر کہ اس نوع کی خانہ بدوشی شاعری کی سب سے مشکل صنفِ شمار کی جاتی ہے۔

زندہ رہنا ایک میکانیکی اذیت ہے

زندہ رہنا ایک میکانیکی اذیت ہے
ہم سمجھ سکتے ہیں
اپنی شرمگاہوں کو گہرا کاٹ کر
مر جانے والی لڑکیاں
کیوں کوئی الوداعی خط نہیں چھوڑتیں

اور بچوں کی ہڈیاں
کیسے
درخت کی سبز ٹہنی کی طرح مڑ جاتی ہیں

یہ درخت پاکستان میں ہر جگہ پایا جاتا ہے

ہم جانتے ہیں
ضیافت کی کس میز پر
سیبوں کو ہمارے ملک کے پرچم سے چمکایا جا رہا ہے
مگر
گواہ چار قسم کے ہوتے ہیں
اور فیصلہ ہمیشہ صاف حروف میں لکھا جاتا ہے

ہم اس لڑکی کی طرح نہیں
جو رضامندی دینے کا مطلب نہیں سمجھتی
اور ملکہ کی کالی بریزیرز
اور تین ہزار جوتیوں کو
چومنے سے متنفّر ہے

ہمیں دیا گیا زہر
ہمارے جسم سے آنسوؤں کے ذریعے خارج نہیں ہو گا

وینیشین بلائنڈ سے جھانک کر
ہم دیکھ سکتے ہیں
آبی بھیڑیے کس طرح
ہماری عورتوں کو حاملہ کر رہے ہیں
اور ہماری مساواتیں
کہاں حل ہو رہی ہیں

پھر بھی ہماری ذمے داری ہے
اس شخص کو،
جو اپنی انگلیوں کے سِروں سے
نظر نہ آنے والے دھاگے نکالنے کی کوشش کر رہا ہے،
بتا دیں
زندہ رہنا ایک تصوّراتی اذیت بھی ہے

آندروس آئی لینڈ

آندروس آئی لینڈ
جو اپنے غرق ہونے کا کام مکمل کر چکا تھا
غیر متوقع
ہمارے بدنصیب ساحل پر
اُس جگہ سے تھوڑی دور

جہاں ایک رقص گاہ
مکمل ہونے سے رہ گئی ہے
نمودار ہوا

آندروس آئی لینڈ
اپنے ایک بھیانک خواب میں
ہمارے نامراد ساحل پر آ گیا

یہ تکلیف زدہ جہاز
اس شکاری کتّے کی طرح
جو غلط بُو پر لگا دیا گیا ہو
ہمارے بدصورت ساحل پر چڑھ آیا

"ہم نے پہلے کوئی ڈوبا ہوا جہاز نہیں دیکھا"
پارسیوں کی آخری نسل
اور سیلونی پناہ گزینوں نے
ہمیں بتایا
جلد ہی
سمندر اور محبت کا تجربہ کرنے والے
ہمارے شکست خوردہ ساحل پر
اپنی شاموں میں
آندروس آئی لینڈ کو شریک کرنے لگے

کوئی اس پر
موسمِ بہار کا پرچم لہرا دیتا ہے

کچھ لوگ
اِسے خرید لیں گے
اور
توڑ ڈالیں گے

میں زندگی کو استعمال کرنا چاھتا ھوں

میں زندگی کو استعمال کرنا چاھتا ھوں
کسی ایپک کے لکھنے میں نہیں
امیر البحر کے مجسمے کے پاس
اعزاز حاصل کرنے کی تقریب سے الگ
نیم ملبوس لیزا کی ترغیب کے باوجود

کیسینو کی سلوٹ نہ بھرتے ہوئے
خوابوں سے گھری
گواتاویتا کی جھیل کی تلاشی لیے بغیر
لیما کے ایک اسپتال میں
جسم فروش لڑکی کی لاش پر چادر نہ پھیلاتے ہوئے
ایک معمولی بارش کے نیچے
تمھاری محبت میں
تمھیں یہ بتائے بغیر
استعمال کے بعد
پھینک دینے کی چیز ہے
زندگی

خشک ہوتی ہوئی بندرگاہ

می شام لی اسٹریٹ پر
رہنے والی شمائلہ
غنی کو چاہتی ہے
جو ایک افسوس نا ک ملازمت پر جاتے ہوئے
اس کے گھر کے سامنے سے
گزرتا ہے

پولیس ہیڈ کوارٹرز کے احاطے میں قید
بادام کے درختوں تک
پہنچ کر
غنی
اُسے دن بھر کے لیے فراموش کرنے میں کامیاب ہو چکا ہوتا ہے

ایک بدوضع کھڑکی
جس کی تعمیر کی درجہ بندی نہیں کی جا سکتی
ہر صبح کُھل جاتی ہے
ایک شخص کو اُس بندرگاہ کی مخالف سمت جاتے ہوئے
دیکھنے کے لیے
جو خشک ہو رہی ہے

مجھے ایک کاسنی پھول پسند تھا

مجھے ایک کاسنی پھول پسند تھا ۔ اس سے میرا اشارہ اس لڑکی کی طرف ہے جسے میں نے چاہا ۔ میں اس کا نام بھی لے سکتا ہوں ، لیکن دنیا بہت گنجان آباد ہے ۔ وہ مجھے جڑواں پلوں پر ملی تھی، جو میرے گھر سے دور ایک جھیل پر بے خیالی میں ساتھ ساتھ بنا دیے گئے تھے ۔ ہم ایک پُل پر ساتھ چلتے اور کبھی الگ الگ پلوں پر ایک دوسرے کا ہاتھ تھامتے ۔ میں نے اپنی پہلی مزدوری سے

کیلیں خریدیں اور پل کے اکھڑے ہوئے تختوں کو جوڑنے کے درمیان اس کی آنکھوں کے لیے ایک شعر بناتے ہوئے ایک کیل کو اپنی ہتھیلی میں اتارا، اور معلوم کیا کہ میں لکڑی کا بنا ہوا نہیں ہوں ۔ شاید وہ پُل کسی خانہ جنگی میں جلا دیا گیا ہو ۔ میں زندگی بھر پھر کسی پُل کے لیے کیلیں نہیں خرید سکا ۔

جس سے محبت ہو

جس سے محبت ہو
اسے نکال لے جانا چاہیے
آخری کشتی پر
ایک معدوم ہوتے ہوئے شہر سے
باہر

اس کے ساتھ
پار کرنا چاہیے
گرائے جانے کی سزا پایا ہوا
ایک پل

اسے ہمیشہ مختصر نام سے پکارنا چاہیے

اسے لے جانا چاہیے
زندہ آتش فشانوں سے بھرے
ایک جزیرے پر

اس کا پہلا بوسہ
لینا چاہیے
نمک کی کان میں بنی
ایک اذیت دینے کی کوٹھری کے
اندر

جس سے محبت ہو
اس کے ساتھ ٹائپ کرنی چاہیے
دنیا کی تمام ناانصافیوں کے خلاف
ایک عرض داشت
جس کے صفحات
اڑا دینے چاہئیں
صبح
ہوٹل کے کمرے کی کھڑکی سے
سوئمنگ پول کی طرف

آخری دلیل

تمھاری محبت
اب پہلے سے زیادہ انصاف چاھتی ھے
صبح بارش ھو رھی تھی
جو تمھیں اداس کر دیتی ھے
اس منظر کو لازوال بننے کا حق تھا

اس کھڑکی کو سبزے کی طرف کھولتے ہوئے
تمھیں ایک محاصرے میں آئے دل کی یاد نہیں آئی

ایک گمنام پُل پر
تم نے اپنے آپ سے مضبوط لہجے میں کہا:
مجھے اکیلے رہنا ہے

محبت کو تم نے
حیرت زدہ کر دینے والی خوش قسمتی نہیں سمجھا

میری قسمت جہاز رانی کے کارخانے میں نہیں بنی
پھر بھی میں نے سمندروں کے فاصلے طے کیے
پُراسرار طور پر خود کو زندہ رکھا
اور بے رحمی سے شاعری کی

میرے پاس ایک محبت کرنے والے کی
تمام خامیاں
اور آخری دلیل ہے

کیا محبت کہیں کھو گئی

کیا محبت کے لیے
کبھی تمھارا لباس سرِنگوں نہیں ہوا
یا تمھارا دل
آراستہ بالکنیوں سے
فاختاؤں کے ساتھ ہوا میں بلند نہیں کیا گیا

میں نے رقص کو فاصلے
اور رقاصہ کو قریب سے دیکھا
وہ تھک کر میرے زانو پر سو سکتی تھی
مگر وہ اپنے دل سے تیز نہیں ناچ سکی

کیا تم اپنے دل سے تیز ناچ سکتی ہو

میں نے دیر تک
اپنے ساتھ کی نشست پر تمہیں محسوس کیا

کیا میرا دل ایک خالی نشست ہے
جس کا ٹکٹ تم سے کھو گیا
کیا محبت کہیں کھو گئی

ہم نے اپنے کمرے میں
مصنوعی آتشدان بنایا
اور ایک دوسرے سے
اجنبی کی طرح ملے

پھولوں کی نمائش کے دن
تم الوداعی بوسہ دیے بغیر
چلی گئیں

باہر بارش ہو رہی تھی

ایک چھتری میرے دل میں بند رہ گئی

اگر ہم گیت نہ گاتے

ھمیں معنی معلوم ہیں
اس زندگی کے
جو ہم گزار رہے ہیں

ان پتھروں کا وزن معلوم ھے

جو ہماری بے پروائی سے
اُن چیزوں میں تبدیل ہو گئے
جن کی خوبصورتی میں
ہماری زندگی نے کوئی اضافہ نہیں کیا

ہم نے اپنے دل کو
اس وقت
قربان گاہ پر رکھے جانے والے پھولوں میں
محسوس کیا
جب ہم
زخمی گھوڑوں کے جلوس کے پیچھے چل رہے تھے

شکست ہمارا خدا ہے
مرنے کے بعد ہم اسی کی پرستش کریں گے
ہم اس شخص کی موت مریں گے
جس نے تکلیفوں کے بعد دم توڑا

زندگی کبھی نہ جان سکتی
ہم اس سے کیا چاہتے تھے
اگر ہم گیت نہ گاتے

نظم

ہر روز
میں ایک بار پھر تمہاری محبت میں گرفتار ہوجاتا ہوں
دارالحکومت میں خزاں تھی
اور یخ زدہ خیابان میں میں تمہارا ہاتھ تھامے
بھٹک رہا تھا

ہر موڑ پر تمہارا بوسہ لیتے ہوئے
ہوٹل کے کمرے میں
ہلکے سبز کمبل کے نیچے
تم میرے ساتھ تھیں
یہ بالکل تم تھیں
جسے میں اپنے پسندیدہ شاعر کی نظمیں
پڑھ کر سنا رہا تھا
جب شام پڑ رہی تھی

میزبان

تم ایک اچھی میزبان ہو
میرے لیے وہ سیب لے آتی ہو
جس پر تمھارے دانتوں کے نشان ہیں
اور خون آلود انار
اور ایک نظم
اور ایک چُھری
جو چیزوں کو ٹیڑھا کاٹتی ہے

محبّت

تمھارے قدموں کے لیے
میرا دل
اس پُل کی طرح ہے
جو پانی کی سطح سے نیچے رہ گیا

میں نے اپنے آپ کو
اس کتّے کی طرح بے وقعت کر دیا
جو نئے مالک کو اپنا نام نہیں بتا سکتا
اور پرانا مالک کسی حادثے میں مارا جا چکا

میں نے اپنے آپ کو ناکام کر دیا
خود کو ایک دردناک موت تک لے جانے
اور ایک فحش بازاری نوحہ ترتیب دینے میں
جسے تم اپنا کوئی آنسو خشک کرنے کے لیے
سفید رومال کی جگہ استعمال کر سکتیں

میرے جوتوں میں راکھ بھری ہے
اور میرے پیر غائب ہیں

محبت کوئی عَلم
کوئی ہتھیار، کوئی حَلف نہیں
کہ آسانی سے اُٹھا لیا جاتا

میرے دل میں راکھ بھری ہے
اور ایک اجنبی زہر
محبّت ایک جال ہے
جس میں راکھ بھری ہے
اور میرے دونوں ہاتھ

میں نے اپنے آپ کو ضائع کر دیا
اس بارش کے انتظار میں
جو میرے پیروں، میرے دل، میرے ہاتھوں کو
بہا لے جائے
اور تم ان سے کوئی یادگار بنا کر
اس کا نام محبت رکھ سکو

تمہاری انگلیاں

تمہاری انگلیوں نے
دلدل میں ڈوبتے ہوئے شخص کو
علامتی بوسہ نہیں دیا
مر جانے والے آدمی کی
آنکھیں نہیں بند کیں

جو گرہیں
تمھاری انگلیاں کھول سکتی تھیں
تم نے انھیں
اُن خنجروں سے کاٹ دیا
جو انسانی قربانی کے لیے استعمال کیے گئے

جہاں سے تمھاری انگلیاں گزرتی ہیں
ایک چھاؤں ہے
جو کبھی ایک درخت تھی

تمھاری انگلیاں
چھاؤں میں خوبصورت لگتی ہیں
اور تم
تاریکی میں

تاریکی میں
جہاں ایک زخمی پرندہ ہے
جس کے پنجرے کا دروازہ
تمھاری انگلیاں کبھی نہیں کھولیں گی

تمہارے بدن کا تہوار ختم ہونے کے بعد

تمہارے بدن کا تہوار ختم ہونے کے بعد
شبیہیں اور نقابیں
اتار دی گئیں
آرائشی محرابیں ہٹ گئیں
اور قدموں کے نشانات
کدال سے برابر کر دیے گئے

تمھارے بدن کا تہوار ختم ہونے کے بعد
سدھائے ہوئے جانوروں کو
ان کے مالک واپس لے گئے
پیش گوئی کرنے والوں کو
اپنی بات کا معاوضہ مل گیا
ایک خیمے میں آگ لگ گئی
جسے آنسوؤں سے بجھا دیا گیا

تمھارے بدن کا تہوار ختم ہونے کے بعد
آئندہ ضیافت کا مقام
طے کیا گیا
ایک نئے جزیرے کو جانے کے لیے
کشتیوں کے رنگ خریدے گئے
اور ساحل سے
مردہ آبی پرندوں کو ہٹا دیا گیا

ھمیں بھول جانا چاھیے

اُس اینٹ کو بھول جانا چاھیے
جس کے نیچے ھمارے گھر کی چابی ھے
جو ایک خواب میں ٹوٹ گیا

ھمیں بھول جانا چاھیے

اُس بوسے کو
جو مچھلی کے کانٹے کی طرح ہمارے گلے میں پھنس گیا
اور نہیں نکلتا

اُس زرد رنگ کو بھول جانا چاہیے
جو سورج مُکھی سے علیحدہ کر دیا گیا
جب ہم اپنی دوپہر کا بیان کر رہے تھے

ہمیں بھول جانا چاہیے
اُس آدمی کو
جو اپنے فاقے پر
لوہے کی چادریں بچھاتا ہے

اُس لڑکی کو بھول جانا چاہیے
جو وقت کو
دواؤں کی شیشیوں میں بند کرتی ہے

ہمیں بھول جانا چاہیے
اُس ملبے سے
جس کا نام دل ہے
کسی کو زندہ نکالا جا سکتا ہے

ہمیں کچھ لفظوں کو بالکل بھول جانا چاہیے
مثلاً
بنی نوعِ انسان

جہنّم

مرنے کے بعد مجھے جہنّم میں دفن کیا گیا

مجھے جس قبر میں داخل کیا گیا
وہاں ایک آدمی پہلے سے موجود تھا
یہ وہی آدمی تھا جسے میں نے قتل کیا تھا

جب قاتل اور مقتول ایک ہی قبر میں جمع ہو جائیں
اصل جہنّم وہیں سے شروع ہوتا ہے

عذاب کے فرشتے سوال و جواب کے لیے قبر میں آ گئے
فرشتے ننگے تھے
انہیں دیکھ کر مجھے متلی آنے لگی
جو میں نے روک لی
میں اپنی قبر کو گندا نہیں کرنا چاہتا تھا

فرشتے ڈرے ہوئے تھے
شاید دوہری قبر میں اترنے کا انہیں کوئی تجربہ نہیں تھا
سوال شروع کرنے کے لیے
ایک فرشتے نے اپنے کان سے ایک سکّہ نکالا
جس پر ایک جانب میری تصویر تھی
اور دوسری جانب خدا کی
فرشتے نے سکّہ اچھالا
ہارنے والے فرشتے نے سوالات شروع کرنا چاہے
میں نے تلوار کھینچ لی
فرشتے میری قبر چھوڑ کر بھاگ گئے
میں نے قبر کی مٹی پر پڑا ہوا سکّہ اٹھا لیا
یہ جہنّم میں میری پہلی کمائی تھی

"تم نے عذاب کے فرشتوں پر تلوار اٹھا کر اچھا نہیں کیا"
"میں نے تم پر تلوار اٹھا کر بھی اچھا نہیں کیا تھا سور کے بچّے"
"تم مجھے قتل کرسکتے ہو مگر گالی نہیں بک سکتے"
مگر یہ غلط تھا
میں ایک آدمی کو دوبارہ قتل نہیں کر سکتا تھا
"اب جہنّم کا داروغہ تمھاری خبر لے گا"

میں جہنم کے داروغہ کے انتظار میں بیٹھ گیا

اور سوچنے لگا
یہ آدمی جو اپنی قبر میں بھی مجھ سے پناہ مانگ رہا ہے
اسے کس سلسلے میں مجھ سے مقابلے کا حوصلہ پیدا ہوا ہو گا
مگر اس کی گردن پر تلوار کا نصف دائرہ زندہ تھا
اور ایسا زخم ساری دنیا میں صرف میں لگا سکتا تھا

اِتنے میں شور ہوا
جہنم کا داروغہ ہماری قبر میں آ گیا
یہ کچھ مہذّب فرشتہ تھا اور کپڑے پہنے ہوئے تھا

"کیا تم نے میرے فرشتے پر تلوار اٹھائی تھی؟"
"جناب اِسی نے آپ کے فرشتے پر تلوار اٹھائی تھی"
قبر کے دوسرے گوشے سے میرے مقتول نے کہا
حالانکہ فرشتے کے مقابلے میں اسے آدمی کی حمایت کرنی چاہیے تھی

"کیا فرشتہ میری تلوار سے زخمی ہو سکتا ہے؟"
"نہیں"
"کیا میں فرشتے کو قتل کرسکتا ہوں؟"
"نہیں"
"کیا مجھے ایسے جرم کی سزا مل سکتی ہے
جس کو انجام دینا ناممکن ہو؟"
"میں نہیں کہہ سکتا"
"کون کہہ سکتا ہے؟"
"خدا"

جہنم کا داروغہ چلا گیا
"تم نے جہنم کے داروغہ کو بھگا دیا؟"
"میں قیامت کو بھی بھگا دوں گا"
"مگر قیامت تو ہو چکی"
مجھے بہت افسوس ہوا کہ قیامت ہو بھی چکی اور مجھے پتا نہیں چلا

"تم قیامت میں نہیں مرے،
کچھ لوگ قیامت سے نہیں مرے
خدا نے ان کو براہِ راست جہنّم میں بلا لیا"

جہنم میں مَیں نے اپنی جیب سے تاش نکالا
اور صبر کا کھیل کھیلنے لگا
یہاں تک کہ پتّے گل سڑ گئے
پھر میں نے اپنی یادداشت کو باون خانوں میں بانٹ دیا
اور صبر کا کھیل کھیلنے لگا
ایک دن ایک کام چور فرشتہ
ھماری قبر میں چھپ کر آرام کرنے کو آ گیا
میں نے اس کی گردن پر تلوار رکھ دی
"میں تمھیں قتل کر دوں گا"
"تم مجھے قتل نہیں کر سکتے، مگر تلوار ھٹا لو، مجھے ڈر لگتا ھے"
"مجھے باھر لے چلو"
"یہ کبھی نہیں ھوا"
جواب میں مَیں نے عذاب کے فرشتے سے حاصل کیا ھوا سکّہ
کام چور فرشتے کے ہاتھ پر رکھ دیا
فرشتے نے سر جھکا لیا

میں قبر سے باھر نکلنے لگا
پھر مجھے اپنے مقتول کا خیال آیا
میں نے اسے آواز سے جھنجوڑا:
"باھر چلو"
"مجھے باھر نہیں جانا ھے
مجھے تمھارے ساتھ کہیں نہیں جانا ھے"
میں نے اس کے منھ پر تھوک دیا
اور اپنی قبر سے باھر نکل آیا

اگر آپ ریم کانسکی وچ ہوتے

اگر آپ
مریم کانسکی وچ ہوتے
اور وِیا وارا کے مشقت کیمپ میں
آپ کی عمر
صرف سولہ سال ہوتی

اور ایک شام
آپ بدمزہ پانی جیسے دلیے کا پیالا
غصے سے
پٹک دیتے

یا
ماتِبس کے کوئی شاگرد
اور کھیں سے پکڑ کر
ڈرانسی لائے جاتے
اور وہاں کی دیواروں پر
سترہ قیدیوں کی شبیہیں
بنانے میں کامیاب ہو جاتے

یا
وارسا کی ایک رقاصہ
اور تلاشی کے وقت
آپ کو برہنہ ہونے کو کہا جاتا
اور آپ اپنی جُوتی
حکم دینے والے کے منہ پر اُچھال دیتے

کیا آپ
تاریخ کی کتابوں میں
اپنے نام کے آگے
تین سطروں سے مطمئن ہو جاتے ؟

کرسٹل ناخت*

آج ٹوٹے ہوئے شیشوں کی رات ہے

آج ھمارے بازو پر پانچ ستارے بنائے گئے

*Kristallnacht

جنھیں عام لوگ
اعداد سمجھتے ہیں

آج لاوارث طالب علموں کے لیے
"مرتا ہوا شہزادہ"
کھیلا گیا
جسے حکام نے بہت پسند کیا

آج مجھے
مصنوعی کوئلے کے کارخانے میں
لگا دیا گیا
اس سے بالٹی مور میں ایک لڑکی کو بہت خوشی ہو گی

آج میں نے ایک نظم لکھی

آج کریمیٹوریم
بہت دیر تک جلا

دو زبانوں میں سزائے موت

ہمیشہ پُرسکون رہنے والی
مالا زیبتبام
کیمپ گارڈ کے درمیان سے نکل گئی

اُس کے ساتھ
ایڈورڈ بھی
جو اُس پر عاشق تھا

"مجھے ہاتھ مت لگاؤ"
پھر سے گرفتار ہونے پر
اس نے کہا

ہاتھ گاڑی میں ڈال کر
اُس کا جسم
دور تک لے جایا گیا

بچ نکلنے کے باوجود
ایڈورڈ
اُس دن واپس آ گیا

اُسے دو زبانوں میں
سزائے موت دی گئی

کیوں؟

سوربون کی سابق طالبہ

سوربون کی سابق طالبہ
ایتھنِک جسم فروش لڑکیوں کے ساتھ قید ہونے تک
آرائشی لیمپ کے پردے
بناتی رہی

ٹاؤن ہال کے
پتھروں سے
ہم نسلوں کا خون نہیں دھو سکی

محتاط طور پر
اُس کی قیمت
نصف مارک لگ سکتی ہے

اُس کے سنہری بالوں کا عوض

اُس کا ہاتھ
خالی اسلحہ خانہ
اور
دل
جوبلی اسکوائر

جہاں جمع ہونے والوں پر
فائر کھول دیا گیا

برقی آرک لائٹ
روشن ہو گئی

"اجتماعی قبر میں
ہم کتنے فاصلے پر ہوں گے"
کوئی اُس سے پوچھتا ہے

وہ اُسے نہیں جانتی

ایک اچھا سوال

"کیا موت اتنی ناقابلِ برداشت ہے"
عمانویل نے پوچھا

وہ اُن کے لیے
جوتے بنانے کے کام پر تقریباً رضامند ہو گیا تھا

یہاں تصویر میں
ہم
اسے یوری کے ساتھ مسکراتا دیکھ سکتے ہیں

تھوڑی سی تلاش کے بعد
اُس کی بیوی کا نام معلوم کر سکتے ہیں

بغیر کسی دشواری کے
جان سکتے ہیں
سفید دستانوں والے حکام نے
اسے
کیا جواب دیا

کون تھا وہ

کون تھا وہ
جس نے ایک سلطنت کے عروج کے دنوں میں
پیپائرس کے صفحے پر
ورجِل کا مصرعہ

"یہ اسپارٹا کی مکروہ ہیلن کی خاطر نہیں"
نو بار نقل کیا

خوشخطی کی مشق کرنے والا
کوئی طالب علم
یا اخیلس کا کوئی پرستار
جیسے میں

طوق اور تعویذ

اُس وقت کا
جب تحریر ایجاد ہو چکی تھی
کانسی کا ایک ٹکڑا
ناقابلِ شکست شیشوں کے پیچھے
محفوظ ہے

کبھی ایک طوق سے بندھے ہوئے اس ٹکڑے پر
"کہیں میں بھاگ نہ جاؤں
مجھے پکڑ لو
اور میرے آقا وِیونٹیس کی زمینوں پر
واپس کالِسٹس بھیج دو"
لکھا ہے

ماہرین
اس تعویذ کو کسی کُتے کی گردن سے
منسلک کرتے ہیں

ویونٹیس : Viventius

کالسٹس : Callistus

ہم یہ جان کر خوش ہو سکتے ہیں

ہم یہ جان کر خوش ہو سکتے ہیں
۱۷۰۰ میں
پوٹوسائی کی چاندی کی کانوں میں
اسپین کے شاہی محلوں سے

زیادہ
موم بتیاں جلائی گئیں

تمام یورپ سے
زیادہ
بھیڑ کی کھالیں استعمال کی گئیں
چاندی
ذخیرہ کرنے میں

اور
اتاھوالپا سے فوری تاوان لے جانے کے لیے
گھوڑوں کو
چاندی کی نعلیں
جڑی گئیں

میری انتوانیت

اس سے زیادہ خوبصورت عورت
بستر
اور اس سے زیادہ خوبصورت گردن
گلوٹین پر نہیں آئی

اس سے زیادہ پرجرأت
اپنے خون کا مطالبہ کرنے والوں کے سامنے
کوئی بالکنی پر نمودار نہیں ہوا
اپنے پرستار کے ساتھ
جس نے اسے جھک کر تعظیم دی
اور ہاتھوں کا بوسہ لیا

اس سے زیادہ حقارت سے
کسی نے عدالت کے سوالوں کو
نظر انداز نہیں کیا

اس سے زیادہ
کسی نے مضافاتی گڑیا گھر کی
مہربان اور مکمل عورتوں کو ناپسند نہیں کیا
جو برف اور سنگترے کھا رہی تھیں

موسمِ خزاں ختم ہونے والا تھا

اس سے زیادہ جلد بازی سے
کسی نے اپنے آپ کو تیار نہیں کیا
اپنی موت کے لیے

حکایت

صبح ہو چکی تھی، اس احساس پر اس کی گرفت بہت مضبوط تھی - اس نے بستر پر کروٹ بدلی - یہ کروٹ از خود بے حد شائستہ تھی کیوں کہ اس کا احساس کبھی اس سے مبرا نہیں ہوا کہ پلنگ کے تختے بے توجّہی کے متحمّل نہیں اور چوکھٹوں سے جدا ہو جاتے ہیں - سورج کی کِرنیں اس کے بدن میں پیوست ہو

رہی تھیں، جیسے سورج، جو خانہ بدوشوں اور رتھ سواروں سبھی کا ھے اور جسے دوسری مصلحتوں کی بنا پر اب کوئی خدا نہیں کہتا، اسے کرنوں کے نیزوں پہ اٹھانے والا ہو۔ یہی کرنیں اس کی آنکھوں میں چبھ رہی تھیں، اور اسی سبب سے صبح کے واقع ہو جانے کے احساس پر اس کی گرفت بہت مضبوط تھی، اور اسی سبب سے وہ اپنی بینائی کھو دینے کے احساس کو بے گرفت نہیں کر پا رہا تھا۔ اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا، اور صبح ہو چکی تھی۔

شاید اس کہانی کے سننے والے اپنی خدا ترسی یا نیک نفسی کے زیرِ اثر متوقع ہوں گے کہ آگے چل کر کسی لغزش یا کسی معجزے کے تحت اس آدمی کی بینائی بحال ہو جائے گی، جو غلط ھے۔

جب اس شخص کو اپنی بینائی کھو دینے کی اطلاع کی تردید کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی، کیونکہ تاریکی خود تاریکی کی دلیل ھے، تو اس نے بہت کچھ کرنا چاہا ہو گا۔ ایسے ردِعمل جو کوئی بھی شخص کسی حادثے کے دوران یا اس کے بعد کرتا ھے۔ رونا، چیخنا، ھاتھ پاؤں پٹکنا، خدا سے بدظن ھونا اور خودکشی پر صاد کرنا۔ ان مراحل سے وہ آدمی جو کہانیوں میں نہیں بیان کیے جاتے، بہت عرصے میں گزر پاتے ھیں، مگر وہ ان سے بے انتہا سُرعت سے گزر گیا اور پھر اس نے بے حد شائستہ کروٹ بدلی، کیونکہ بہرحال اس کے پلنگ کے تختے بے توجّہی کے غیرمتحمّل تھے، اور اسی پلنگ پر اس کی دسترس میں وہ عورت سو رہی تھی جو اس کی بینائی سے حاملہ ہوئی۔ اس نے چاہا کہ وہ عورت پر اپنی کیفیت کھول دے، مگر اس نے خود کو دریافت ہو جانے پر چھوڑ دیا۔ عورت اب جاگنے والی ھے، آخر صبح ہو چکی ھے۔

جیسا کہ اس نے چاہا تھا، اس کی بینائی کا گم ہو جانا اس کی عورت پر رونما ہو گیا؛ اس کے پڑوسیوں پر رونما ہو گیا؛ اس کے رشتے داروں، دوست احباب، اس کے ماتحتوں، اس کے حکامِ بالا سب پر رونما ہو گیا؛ اور اگر اس کی کوئی ماں رہی ہو گی تو اس پر بھی رونما ہو گیا ہو گا۔ پھر سب کچھ بدستور ہو گیا۔ اسے ایک قلیل وظیفے پر روزگار سے دست بردار کر دیا گیا۔ اس کی عورت روزگار سے لگ گئی۔

پھر ایک دن اس نے اپنی عورت سے کہا کہ وہ گھر تبدیل کرنا چاھتا ھے - گھر چھوڑ دیا گیا۔ بہت دنوں بعد عورت پر منکشف ہوا کہ اس سے یادداشت کے سہارے زینے طے نہیں ہوتے تھے، وہ گنتیاں بھول چکا تھا۔

اس کی عورت نے، جس کے حمل سے ھونے کا واقعہ مذکور ھو چکا ھے، ایک دن ایک بچی جَنی - وہ آدمی اس موقع پر خوشی میں اتنا ھی بےاختیار ھوا جتنا کہ کوئی اور باپ جو اپنی بچی کو دیکھنے پر قدرت رکھتا ھو - بہت دنوں کے بعد اسے تاریکی کی دلیل رد ھوتی ھوئی معلوم ھوئی - اس کی بچی اپنی دونوں آنکھیں روشن رکھتی تھی -

اس نے انگلیوں سے ٹٹول کر اپنی بچی کے نقوش جاننے کی کوشش جاری رکھی تھی کہ کسی نے اسے بتایا کہ بچی اس کی ہم شکل ھے، اور وہ اس اطلاع پر خوش ہوا۔ عین اس لمحے اسے خیال آیا کہ اس کی شکل کیسی تھی؛ اور عین اسی لمحے اس پر ظاھر ھوا کہ وہ اپنی صورت گم کر چکا ھے - اس نے دنوں تک غور کیا اور مایوس ھوتا رھا - وہ اپنی عورت، اپنے پڑوسیوں، دوستوں، رشتے داروں، سب سے اپنے نقوش کی بازیافت کا متقاضی ہوا؛ بہت سی یادیں جو متحر ک ہونے سے روک دی گئی تھیں، بے قابو ہو گئیں؛ مگر بہرحال اسے اپنی شکل نہیں یاد آئی، اور اب کوئی معجزہ ھی اسے اس کے خدوخال لوٹا سکتا تھا - اب تک معجزوں پر اس کا اعتبار قائم رھنے کی کوئی وجہ کہانی کہنے والے کی سمجھ میں نہیں آتی -

بارھا جب اس کی عورت غیر حاضر ھوتی، اس کا دل چاھتا کہ وہ اپنی بچی کا گلا گھونٹ دے تاکہ کوئی اسے اس کی ھم شکل نہ کہہ سکے، مگر وہ اتنی جرأت کو منطق سے صحیح ثابت نہیں کر سکا۔

سمندر کے کنارے چھوٹے سے مکان میں ایک تبدیلی اس کی زندگی میں داخل ھوئی - ایک لڑکی جسے اس نے عنفوانِ شباب میں چاھا ھو گا، اس کی موجودہ حالت سے باخبر ھوئی، اور ایک دن اپنے مرد اور بچوں کے ساتھ اس نے سمندر کے کنارے ایک چھوٹے سے مکان کو مشرف کیا - اسی دن اس کی عورت، اور دوسری

عورت کے مرد نے مشاہدہ کیا کہ دوسری عورت کے بچے معجزانہ طور پر اس آدمی کے ہم شکل ہیں جس کی کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی ہے - جتنی حیرت سے یہ مشاہدہ کیا گیا، اتنے ہی تکلف سے اس سے قطعِ نظر کیا گیا - پھر کسی تہوار پر دوسری عورت کے مرد نے اپنی اور اپنی عورت کی طرف سے بینائی گم کردہ آدمی کو ایک کتّا ھدیہ کیا۔ ہر بینائی گم کردہ شخص کے پاس جلد یا بدیر ایک کتّا پہنچ جاتا ہے - اس نے کتّے کا نام اپنے نام پر رکھ دیا -

پھر اسے کتّے میں یہ دلبری حاصل ہوئی کہ وہ اسے ساتھ لے کر ساحلِ سمندر پر ٹہلتا رہتا، اور شام کو گھر واپس آ جاتا، جہاں ایک عورت ایک بچی کا ھاتھ تھامے اس کی منتظر رہتی -

کہانی کہنے والے کو یہ نہیں معلوم کہ آیا یہ سب کچھ اسی طرح ہوتا رہا، یا اس کا سمندر بستیوں پر چڑھ آیا، یا اس کا کتّا کٹکھنا ہو گیا، یا اس کی بیوی یا بچی یا دونوں بدچلن نکل گئیں، گھر سے بھاگ گئیں، یا مر گئیں۔ قلم اور سیاہی سے کہی جانے والی کہانی کو وہیں پر ختم سمجھا جائے جہاں اسے ختم کر دیا گیا۔

گلدستے اور دعوت نامہ

ہم جو موسیقی سننے پہنچ جاتے ہیں
موسیقار کے لیے
کسی گلدستے کے بغیر
اور نہیں جانتے
پیانو کے کتنے پائے ہوتے ہیں

ہم جنہیں دیکھ کر
کوئی کسی خالی نشست کی طرف اشارہ نہیں کرتا
ہم جو دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جاتے ہیں
جہاں بالآخر
ہمیں کھڑا کیا جانا ہے

کلاوی کورڈ سے
پیانو تک
موسیقی نے بڑا سفر طے کیا ہے
جیسے ہم نے
خود کو دعوت نامے کے بغیر
بڑے دروازے سے آخری دیوار تک پہنچایا ہے

اپنی پیشکش کے بعد
موسیقار
تشکر میں جھک رہی ہے

اب اُسے
فرش پر خون نظر آئے گا

ہمارا خون
جو ہر جگہ
گلدستے
اور دعوت نامے کے بغیر
ہم سے پہلے پہنچ جاتا ہے

لاوانیا کے قریب

جہاں خاموشی کے گرد مسلح پہریدار مقرر ہیں، وہاں میں اس کے ساتھ روٹی کو روٹی اور شراب کو شراب کہتا ہوں ۔ وہ اپنی سبز انگلیوں سے ایک آبی گھنٹی کو چھوتی ہے اور مردہ گھڑسوار پتا نہیں کون سے نام کے پھولوں کی شاخوں کے نیچے سے گزرنے لگتے ہیں ۔ وہ کہتی ہے بارش کے نیچے ایک مرد کا

عورت کو پھول پیش کرنا ہمیشہ ایک ہی معنی رکھتا ہے ۔ امید، جو ہماری رات اور ہمارے دن کو بےترتیب کرتی ہے، اسے سیاہ صنوبر کے درخت تک لے جاتی ہے ۔ اس زمین کا نام ابتدا ہے ۔ جہاں ہم انگوروں کے ساتھ توڑے اور کشید کیے جائیں گے، وہاں میں اسے ایک گھوڑا پیش کرتا ہوں اور وہ مجھے زیتون کا پودا؛ وہ جو شیشے اور نُفت اور لکڑی اور پتھر اور اون سے بنی ہے ۔

لاوانیا کے قریب میں اس کے پانچ زخموں والے پھول کو چھوتا ہوں، اور پورٹا مارونا کو بند کرتے ہوئے اس کے ہونٹ چومتا ہوں ۔ میں تو اصطبل کے باہر اگنے والی جھاڑی ہوں، افسردہ ہندسوں والی لوح، جال کی سب سے تنہا مچھلی، ایک دل شکستہ شہزادی کی یاد، خشکی پر رہ جانے والا آرگوناٹ ۔

چند لمحوں میں ہم کئی موسموں سے گزر جاتے ہیں، اور اب شدید برف پڑ رہی ہے، اور میں اسے صرف پھولوں سے ڈھانکتا ہوں ۔ چاند برج سنبلہ میں ہے ۔ اس عمارت کی اینٹیں پورے چاند میں چنی گئی تھیں ۔ میں ان دنوں ایک پُرخطر زندگی گزار رہا تھا، اور خواب کے سوا میرے پاس کوئی اطلاع نہیں تھی ۔

کیا اس کی کھلی ہوئی نیلی آنکھوں کو اس سے زیادہ غلط سمجھا جا سکتا ہے؟

تم نیند میں بہت خوبصورت لگتی ہو

تم نیند میں بہت خوبصورت لگتی ہو
تمھیں سوتے میں چلنا چاہیے
تمھیں سوتے میں ڈوریوں پر چلنا چاہیے
کسی چھتری کے بغیر
کیونکہ کہیں بارش نہیں ہو رہی ہے

دلیر لڑکی

کوٹھریوں کا کنٹرول سنبھالنے والوں نے
اس سے کہا
جیل کے صدر دروازے پر
اس کا بھائی مارا جا چکا ھے

تعلیمی سال میں تاخیر
اور کارخانوں میں چھانٹی
ہو چکی ہے
قیدیوں کا راشن
قحط زدہ لوگوں کی امداد کے لیے
بھیجا جا چکا ہے

سرکاری تعطیل کے دن
اس تفریح گاہ کی طرف
جہاں سے جیل میں ملاقات کو جانے والوں کے لیے
بسیں چلتی ہیں
ایک آدمی
اس سے ملنے
یا اس کی لاش حاصل کرنے
جا رہا ہے

اگر کوئی پوچھے

اگر کوئی پوچھے
کہ درخت اچھے ہوتے ہیں یا چھتریاں
تو بتانا کہ درخت
جب ہم دھوپ میں ان کے نیچے کھڑے ہوں
اور چھتریاں
جب ہم سفر کر رہے ہوں

اور سفر اچھا ہوتا ہے ان منزلوں کا
جہاں جانے کے لیے
کئی ارادے
اور کئی سواریاں بدلنی پڑتی ہوں
حالانکہ سفر تو انگلی میں چُبھ جانے والی
سُوئی کی نوک کا بھی ہوتا ہے
اور اس آنکھ کا بھی
جو اسے دل میں جاتا ہوا دیکھتی ہے

اگر کوئی پوچھے
کہ دروازے اچھے ہوتے ہیں یا کھڑکیاں
تو بتانا
کہ دروازے دن کے وقت
اور کھڑکیاں شاموں کو
اور شامیں ان کی اچھی ہوتی ہیں
جو ایک انتظار سے دوسرے انتظار میں سفر کرتے ہیں
حالانکہ سفر تو اس آگ کا نام ہے
جو درختوں سے زمین پر کبھی نہیں اُتری

مانگنے والے کو اگر کچّی روٹیاں ایک دروازے سے مل جائیں
تو اسے دیاسلائی
اگلے دروازے سے مانگنی چاہیے
اور جب بارش ہو رہی ہو
تو کسی سے کچھ نہیں مانگنا چاہیے
نہ بارش رکنے کی دعائیں
دعا مانگنے کے لیے آدمی کے پاس ایک خدا کا ہونا ضروری ہے
جو لوگ دوسروں کے خداؤں سے
اپنی دعائیں قبول کرانا چاہتے ہیں
وہ اپنی دائیں ایڑی میں گڑنے والی کِیل کی چبھن
بائیں میں محسوس نہیں کر سکتے

بعض لوگوں کو خدا وِرثے میں ملتا ہے
بعض کو تحفے میں
بعض اپنی محنت سے حاصل کرتے ہیں
بعض چُرا لیتے ہیں
بعض فرض کر لیتے ہیں

میں نے خدا قسطوں پر خریدا تھا
قسطوں پر خریدے ہوئے خدا
اس وقت تک دعائیں پوری نہیں کرتے
جب تک ساری قسطیں ادا نہ ہو جائیں

ایک بار
میں خدا کی قسط وقت پر ادا نہ کر سکا
خدا کو میرے پاس سے اٹھا لے جایا گیا
اور جو لوگ مجھے جانتے تھے
انہیں پتا چل گیا
کہ اب نہ میرے پاس خدا ہے
اور نہ قبول ہونے والی دعائیں
اور
میرے لیے ایک خدا فرض کر لینے کا موقع بھی جاتا رہا

گھوڑی جن کی ہے

تمام نسل دار گھوڑیوں کی
پھول کِھلنے کے زمانے میں نسل کُشی کی جاتی ہے
خزاں میں وہ شرط پر دوڑتی ہیں

ملکہ، تقدیر سے
ایک حقیر معاوضے پر
ایک چوبی گھوڑا،
جسے بہت جلد چیر دیا جائے گا،
نسل کُشی کرے گا
اوڈیسیس اور اس کے سُورما
ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے

تاریخ ان گھوڑیوں کے گرمی میں آنے کی دستاویز ہے
جن کی نسل کُشی نہ کی گئی ہوتی
تو گھڑ دوڑ کے تمام میدان
جلی ہوئی گھاس سے ڈھک چکے ہوتے

تاریخ کے دھارے کے ساتھ بڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے
ایک گھوڑا
ایک کانپتے ہوئے مقام پر چڑھ رہا ہے
گہرائی میں جکڑ جانے کے بعد
مصنوعی مستی میں آ رہا ہے
آنکھوں میں چڑھا ہوا تھوبڑا اتارے بغیر
اُچھل کر ایک خیال میں جاتے ہوئے
اپنی جنِس پر چوٹ کھا رہا ہے

جبڑوں کی جوڑی سے
گردن کے بال جکڑ کر
اس نوجوان گھوڑی سے محبت بناتے ہوئے
جو اپنی بچہ دانی ٹٹولنے کے لیے
مورخ کی انگلیوں کا انتظار نہیں کر سکتی

پاگل گھوڑا
یہ نہیں سمجھ سکتا

نسل کشی کرانے والے،
گھوڑی جن کی ہے،
اپنا نشانہ شرط پر لگائے بغیر
اسے گولی مار دیں گے
جیسے ہی وہ محبت بنانا ختم کر کے
جدا ہو گا

ملک الشّعرا نُبار اِسباریان کا ایک مَطلع

ملک الشّعرا نُبار اِسباریان نے اپنی کنیز اِرما کی چھاتیوں کے لیے جو مطلع کہا، اس کا حسن ترجمے میں اسی طرح ضائع ہو جائے گا جیسے ارما کی چھاتیاں دریائے استا کی ریت میں گل سڑ گئیں ۔ آرمینیا میں یہ مطلع اُن اشعار پر سبقت لے گیا جو نُبار اِسباریان نے اپنی محبوبہ اور ہم عصر شاعرہ نورا نعلبندیان کی آنکھوں

سے متعلق لکھے تھے اور شاعری کی اعلا ترین مثال میں پیش کیے جاتے تھے۔
شاعرہ نورا نعلبندیان اس مطلع سے اتنی دل برداشتہ ہوئی کہ کئی بار اس نے چاہا کہ اپنے گذشتہ محبوب زرگر جرائر سَمباریان کے دیے ہوئے خنجر سے، جس کو اسے صرف اپنے دل میں اتارنے کی اجازت تھی، اپنی آنکھیں برباد کر دے۔
آرمینیا کے طول و عرض میں ملک الشّعرا نُبار اِسباریان کا مطلع اتنا مقبول ہوا کہ سہل الحصول عورتوں سے لے کر عفّت پسند دوشیزاؤں، یہاں تک کہ خانقاہِ توریکیان کی راہباؤں کی طرف سے نُبار کو درخواستیں آئیں کہ وہ اپنی چھاتیاں اس کے لیے برہنہ کرنے پر رضامند ہیں، اگر وہ اس مطلع کے برابر یا کچھ کم تر مطلع ان کے لیے کہہ سکے۔ مطلع کی شہرت سے پریشان ہو کر تذکرہ نویسوں نے تواتر سے یہ لکھنا شروع کر دیا کہ نُبار اِسباریان نے کبھی اِرما کی چھاتیوں کو برہنہ نہیں دیکھا، یا اپنے ہاتھوں سے محسوس نہیں کیا، کیونکہ دیکھی ہوئی یا محسوس کی ہوئی شے پر ایسی شاعری انسانی امکان سے بالاتر ہے۔ اِرما کو ان تذکروں اور سیبوں کے اس باغ کی خبر تھی، جس کے عوض نُبار اِسباریان نے اسے خریدا تھا۔ اور یہ بھی کہ اب نُبار اس کی چھاتیوں کے سحر یا تذکرہ نویسوں کی ضد میں شاعری سے کنارہ کش ہوتا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ اگلے تذکروں میں یہ لکھا جاتا کہ ملک الشّعرا نُبار اِسباریان شعر گوئی ترک کر چکا ہے، اِرما نے دیوی آردوازی کی پرستش گاہ میں جاکر متبرک خنجر سے اپنی چھاتیاں قطع کر کے دریائے اِستا کی ریت پر ڈال دیں۔

میرے پارلر میں قدم رکھو

میرے پارلر میں قدم رکھو
موت مجھے کہتی ہے

اس کے بدن میں
میں اپنی محبوباؤں کو
برہنہ دیکھتا ہوں

اس کی ران پر بہتے ہوئے
اپنے اِنزال کو پہچان لیتا ہوں
اس کو میری اس نظم کا حمل ہے
جو میں نہیں کہہ سکا
اس کو ایک جال کا حمل ہے
جس سے میں ایک ستارہ پکڑنا چاہتا تھا

میرے پارلر میں قدم رکھو
موت مجھے کہتی ہے
اور نہیں جانتی
اب میرے پاس اسے دینے کے لیے کچھ نہیں

وہ اپنے آنسو ایک نازک ہیرڈرائیر سے سُکھاتی ھے

وہ اپنے آنسو
ایک نازک ہیر ڈرائیر سے سُکھاتی ھے
جب اُس کی مصنوعی پلکیں
اُس کا بدن چھپانے میں ناکام ہو جاتی ہیں

دس ناخن تراش
اُس کے ناخنوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں
وہ بچوں کی طرح برتے جانے سے
تنگ آ چکی ہے

پُرکشش بدن کو ملنے والے تمغوں کے درمیان سے
وہ مچھلی کی طرح
تیر کر نکل جاتی ہے

اپنے تلووں کے نیچے
وہ گہرائی اور ڈراما چاہتی ہے

اُس کے بال
شیمپو کی شیشی پر لکھی ہوئی ہدایات پر
سختی سے عمل کرتے ہیں

ماحولیاتی آلودگی کا خیال کرتے ہوئے
وہ کوئی بوسہ نہیں دیتی

اُس کا تکیہ
دنیا کے تمام عاشقوں کے آنسو
جذب کر سکتا ہے

فروخت کیے ہوئے انسانوں کی بغاوت

ہم اُٹھے
اور ہم نے اپنے اغوا کرنے والے کپتان کو قتل کر دیا
تین بحری افسروں کو بھی
جہاز کے باورچی کا یہی بیان ہے

ہم نے ایک بحری قلعے کے قریب
لنگر ڈال دیا
اور اپنی موت کے نغمے گائے
جن میں ماتم نہیں تھا

ہم نوجوان،
صحیح قامت، مضبوط اور پُرکشش تھے
قیافہ شناسی کی رو سے
آزاد رہنا ہمارا حق تھا

ہمیں پھانسی دے دی جائے گی
ہم اتنے ہی پُرسکون رہیں گے
جتنا کوئی بُردبار انسان
ایسے حالات میں رہ سکتا ہے

دیواری شیشے کے قریب
تین لڑکیاں،
ریشم، کپاس، زین، بیضوی آئینے، پھل
اور زیتون جمع ہیں

ہم انسانوں اور چیزوں کا بیمہ
ایک دارالحکومت میں ہو چکا ہے

ہمارے مقدمے کے لیے
ایک ٹوٹے ہوئے جہاز کو عدالت قرار دیا گیا ہے

جب ہم کپتان کے کمرے کے گرد جمع ہوئے تھے
اس نے باورچی سے کہا:
"باہر جا کر ان کتّوں کے سامنے
کچھ روٹیاں ڈال دو"

کپتان جو بارش کے دوران ہمیشہ
جہاز کے آخری سرے پر کھڑا رہتا تھا

وہ جس نے اپنی پیشانی پر
ایک ستارے جیسی شکل گُدوائی تھی
اور وہ جو اپنے کاندھے پر
چیتے کی کھال اوڑھتا تھا
اور وہ تینوں لڑکیاں
جن میں سے ایک کو اس کے باپ نے رھن رکھ دیا تھا
ہم سب خشکی پر ایک قیدخانے میں ڈال دیے گئے

ایک معاہدے کے تحت
جو ہماری پیدائش سے پہلے منسوخ ہو چکا تھا
ہمارے آقاؤں
اور عدالتوں کا تعیّن کیا گیا
جہاں ہم پیش کیے گئے

منصف اور اس کے معاونین
آرام کرنے چلے گئے
اور ہمارے زخموں میں بارود اور سِرکہ بھر دیا گیا

ہمیں فنّی نکات میں الجھایا گیا
کیونکہ انسانوں کی فروخت
ایک منافع بخش کاروبار ہے

ہمارے لیے آزادی
اور آزاد سمندر کی قانونی حدود طے کی جاتی رہیں
ہم جنھوں نے کبھی برف نہیں دیکھی
اور کسی جانور کو باربرداری کے لیے استعمال نہیں کیا تھا

پھر بھی
ہماری وجہ سے
دو ممالک، اور
جیلر اور اس کی نیک دل بیوی کے تعلقات نہیں بگڑے

ایک خفیہ فیصلے کے تحت
ہمیں اس آدمی کی تحویل میں دے دیا گیا
جس کے پاس
ہمارے خریدے جانے کی رسیدیں تھیں

(Amistad Captives سے متاثر ہو کر)

خدا مجھ سے ناراض ہو گیا ہے

خدا مجھ سے ناراض ہو کر کہیں چلا گیا ہے
خدا کو کہیں اغوا کرنے والے نہ اٹھا لے گئے ہوں
خدا کو کہیں بیگار میں نہ پکڑ لیا گیا ہو

خدا مجھ سے ناراض ہو گیا ہے
میں نے خدا کے درخت سے ایک شاخ توڑ لی تھی
خدا کو کہیں لکڑہارے نہ اٹھا لے گئے ہوں
خدا سے کہیں کلہاڑی کا دستہ نہ بن گیا ہو

خدا مجھ سے ناراض ہو گیا ہے
میں نے خدا کی کتاب سے ایک ورق پھاڑ لیا تھا
خدا پر کہیں بھاری سی جِلد نہ لگا دی گئی ہو
خدا کو کہیں چھاپے خانے کے پتھر پر نہ لٹا دیا گیا ہو

خدا مجھ سے ناراض ہو گیا ہے
میں نے اُس کی مینا کا پنجرہ کھول دیا تھا
خدا مجھ سے ناراض ہو گیا ہے
میں نے اس کے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ لیا تھا
خدا مجھ سے ناراض ہو گیا ہے
میں نے اس کے تکیے پر اپنا سر رکھ دیا تھا

کیا پتا خدا لَوٹ کر میرے پاس آ رہا ہو
خدا کو کسی نے حشیش کا پودا بنا کر اُگا دیا ہو
کیا پتا خدا لَوٹ کر میرے پاس آ رہا ہو
خدا کو کسی نے مشین کے دندانے میں پھنسا دیا ہو

خدا کو کون ڈھونڈ کر میرے پاس لا سکتا ہے
خدا کے سِوا
اور کس کو میرا پتا معلوم ہے

شاعر اور تلوار کا گیت

تلوار

میرا سینہ کس طرح سرخ ہوا جا رہا ہے

شاعر

میرے خون سے
میرے خون سے

تلوار

تمہارے دل کے خون سے

شاعر

میرے دل کے خون سے
ہزار بھیڑیوں اور ایک رات کا زخمی کیا ہوا دل

تلوار

تمہاری رات سیاہ یاسمین سے ایک قبر کھود رہی ہے

شاعر

اسے میرے خون سے بھرا جائے گا
میرے خون سے

تلوار

اور ان تتلیوں سے جو محبت کرنے والوں کے لیے نکلتی ہیں

شاعر

تتلیاں ابھی تمہاری نیام میں سو رہی ہیں
جو میرے خون سے بھری ہے
میرے خون سے

تلوار

اور تمہارے خون کا ایک قطرہ

شاعر

میری محبوبہ کے دل پر

تلوار

آئینے کی شاخوں میں تیروں سے چھدی فاختہ کا گھونسلا

شاعر

اس کا دل

اس کا دل

تلوار

آئینوں میں خون

گھونسلوں میں خون

شاعر

میرا خون

میرا خون

تلوار

تمھارا خون اس کے درخت کو نہلا رہا ہے

شاعر

کلھاڑیوں سے بھرے تہہ خانے میں اس کا درخت

تلوار

اس کے کنویں کو لبریز کر رہا ہے

شاعر

پھانسی پانے والی ریت کے بستر میں اس کا کنواں

تلوار

اس کے چاک کے پہلے کوزے کو بھر رہا ہے

شاعر

قتل کیے جانے والے عاشقوں اور زہر دیے جانے والے چاند کے لیے

کہے گئے نوحوں سے بنا اس کا کوزہ

تلوار

کوزے کے ٹوٹنے کے بعد تمہارا خون کہاں گیا

شاعر

آہن گر کے اہرن پر

ہتھوڑوں کی ضرب سے ایک تلوار بن جانے کے لیے

تلوار

نظموں اور سیاہ یاسمین سے بنے تمہارے دل سے گزرنے والی تلوار

شاعر

نظموں اور سیاہ یاسمین اور ایک قیدی شہزادی کے بوسوں سے بنے دل

سے گزرنے والی تلوار

نظم

جب یانیہ کی مفتوح عورتیں
اپنے گیتوں میں ایک نئے محبوب کا ذکر کر رہی تھیں

جب جلاّد
لاشوں کو صیدون سے لُوٹے ہوئے
نِیل میں رنگ رہے تھے

جب نِش کے شہریوں نے
برنجی زنجیروں میں بندھے
پرندوں کو
جوڑوں میں اُڑتے دیکھا

جب آما کے کنویں سے
ایک نوجوان
طلائی پتوار لیے باہر آیا
اور اپنی شناخت کرائے بغیر
مر گیا

گیہوں دودھ
اور گہری ناف والی محرمہ
برف پگھلنے کا انتظار کیے بغیر
اس گھوڑی پر سوار ہو کر میرے پاس آئی
جس کی آنکھیں نکال لی گئی تھیں
اور مجھے وقت کی پیمائش کا شیشہ دیا
جس میں سیاہ ریت بھری تھی

ہم دونوں نے ارطواس کے معبد میں
جسے دوسرے دن
جلا دیا جانا تھا
آخری پرستش کی
ہر خونِ آلود شمعدان کے سامنے
میں نے اس کے ہونٹوں کو چوما

واصِل کے سامنے لائے جانے والے میرے سر کے ہونٹوں سے
اچانک خون اُبل پڑا
اور خوبصورت محرمہ
واصِل کے پہلو سے جدا ہو گئی

زندگی ہمارے لیے آسان کر دی گئی ہے

زندگی ہمارے لیے آسان کر دی گئی ہے
ہم کسی بھی رعایتی فروخت میں
کتابیں،
کپڑے، جوتے
حاصل کر سکتے ہیں
جیسا کہ گندم ہمیں امدادی قیمت پر مہیا کی جاتی ہے

اگر ہم چاہیں
کسی بھی کارخانے کے دروازے سے
بچّوں کے لیے
ردکردہ بسکٹ خرید سکتے ہیں
تمام طیاروں، ریل گاڑیوں، بسوں میں ہمارے لیے
سستی نشستیں رکھی جاتی ہیں

اگر ہم چاہیں
معمولی ضرورت کی قیمت پر
تھیٹر میں آخری قطار میں بیٹھ سکتے ہیں

ہم کسی کو بھی یاد آ سکتے ہیں
جب اُسے کوئی اور یاد نہ آ رہا ہو

پھانسی

سب سے پہلے میں جس سے ملا
وہ ایک لوہار تھا
اس نے ایک دن میں
میرا شکنجہ اور پھانسی بنا دی تھی
مگر اسے قفل بنانا نہیں آتا تھا

اس کے ساتھ قفل ساز کھڑا تھا
جس نے میرا قفل فروخت کرنے کے بعد
اس کی کنجی مجھے بیچ دی تھی
جو میں اپنی جامہ تلاشی کے وقت نگل چکا تھا

اس کے آگے جو آدمی تھا
ایک چور تھا
جس نے وہ نہر چرائی تھی
جس میں لکڑی کے کندے پھانسی بنانے کے لیے بھگوئے گئے تھے

اس کے بعد وہ خالی جگہ تھی
جہاں لکڑی کے کندے دھوپ میں سخت کیے گئے تھے

خالی جگہ کے ساتھ وہ جُلاہا کھڑا تھا
جس کے تکلے پر وہ سُوت کاتا گیا
جس سے پھانسی پانے والے کی وردی بننی تھی

جُلاھے کے ساتھ اس کی سوتیلی بہن کھڑی تھی
جو رسیاں بٹتے بٹتے پھانسی کی ڈور بٹ گئی تھی
اس سے آگے وہ آدمی کھڑا تھا
جس نے مجھے پانی پیتے ہوئے کنویں میں دھکیلا تھا
یہ وہی آدمی تھا
جس نے میری گرفتاری کا اشتہار لکھا تھا
اس طرح میں ایک اور آدمی سے ملنے سے بچ گیا

اس کے بعد کارندوں کے درمیان
وہ آدمی کھڑا تھا
جو مجھے پھانسی دینے پر مامور کیا گیا تھا

پھانسی کھڑی کرنے والے مزدور
جنھیں کم حیثیت ہونے کے سبب مجھ سے ملنے کے لیے قطار میں نہیں کھڑا کیا گیا
مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے
پھانسی دینے والے کے اور میرے درمیان بھی کوئی تھا
یہ خدا تھا
آخری چیز جو میرے سامنے لائی گئی
میری آخری خواہش تھی
میں نے کہا میرے مرنے پر قومی ترانہ بجوا دیا جائے
مجھے پھانسی دینے والے نے وعدہ کیا کہ وہ ضرور دارالحکومت کو قومی ترانے کی ایک نقل کے لیے لکھے گا

اتنے میں شور مچ گیا کہ
دارالحکومت سے تنخواہ بانٹنے کے لیے کارندے آ گئے ہیں
قطار میں کھڑے تمام لوگوں میں ہلچل مچ گئی
صرف مجھے پھانسی دینے والا مجھے لے کر آگے بڑھا
کیونکہ نئے احکامات کے تحت پھانسی پانے والے کے کپڑے
پھانسی دینے والے کو مل جاتے ہیں

مرتے وقت پھانسی دینے والے کے سوا
میرے پاس کوئی اور نہ تھا
کاش دارالحکومت سے تنخواہ اس دن نہ آتی

میں اس لیے نہیں پیدا ہوا تھا

میں نظمیں بنانے کے مہینے میں نہیں پیدا ہوا؛ نہ اس صدی کو بے داغ سفید گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ پیچ کا ایک پیالا میرے وجود میں آنے کی خوشی میں ہمسایوں میں تقسیم ہوا ہو گا، جو نورُوئیدہ سبزے کا تہوار منانا ترک کر چکے تھے - میری پہلی دوست وہ مَینا رہی ہو گی جو اپنا نام دوہرایا کرتی تھی اور ایک

چھت کے نیچے ہم دونوں مختلف پنجروں میں قید تھے ۔ ہمارے گھر کے آگے ایک یا اس سے زیادہ ستون نہیں تھے۔ کوئی مہربان یا سنگ دل عورت میری دایہ نہیں مقرر ہوئی جو مجھے یا کسی زخم خوردہ جانور کو پھولوں سے سجا دیتی ۔ میرے باپ کے پاس ہاتھی دانت کی کوئی چھڑی نہیں تھی جس سے وہ مجھے پیٹتا ۔ میری ماں اپنے لمبے بالوں اور اپنی لمبی نظموں کی وجہ سے دنیا میں مشہور ہو جاتی، اگر میرا باپ انہیں اپنی درانتی سے کاٹ نہ ڈالتا۔

مجھے مچھلی پکڑنے کے جالوں پر ڈال دیا گیا جو دریا اترنے کے بعد بیکار پڑے تھے ۔ میں نے سب سے پہلے جس چیز کو اپنے دانتوں سے چُھوا وہ لکڑی کی ناند رہی ہو گی جو کتوں کی قے سے بھری تھی ۔ میں نے بہت جلد پانی میں اگنے والے جَو اور خون کی طرح سرخ دانوں والے چاولوں سے پیٹ بھرنا سیکھ لیا ہو گا جنھیں مُردوں کے نام پر نہر میں بہائے جانے والے کھانوں میں کبھی شامل نہیں کیا جاتا۔

صلح نامے پر دستخط ہو رہے تھے کہ میرے باپ نے اپنی زندگی سے استعفا دے دیا اور میں نے رُودباروں اور آبناؤں کے سفر کا منصوبہ گروی رکھ دیا، یہ جانتے ہوئے بھی کہ سمندر مجھ سے زیادہ کسی اور پر مہربان نہیں ہو سکتا تھا؛ مگر میری ماں جانتی تھی کہ میں اس لیے نہیں پیدا ہوا کہ ایک دور اُفتادہ جزیرے میں گمنامی کی موت مر جاؤں ۔ جب وہ میری موت کا اعلان کرتے ہوئے مجھے خون آلود چادر سے ڈھانپ دے گی تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ میں نے کوئی جنگ نہیں ہاری ۔